تنظیم اسلامی کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

25

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

مسلسل اشاعت کا
30 واں سال

25 ذوالقعدہ تا 2 ذوالحجہ 1442ھ/6 تا 12 جولائی 2021ء

اللہ کی طرف رجوع

خوب غور و فکر کر لو کہ اس راہ پر چلنا ہے اور ضرور چلنا ہے تو اپنے اندر چند خصوصیات لازماً پیدا کرنا ہوں گی اور ان میں سے سب سے پہلی خصوصیت طلب صادق اور اللہ کی طرف رجوع ہے، تبھی راستہ کھلے گا۔ پھر ہی توفیق ملے گی۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے اردگرد لاکھوں آدمی بستے ہیں جن کے لیے نماز پڑھنا، روزے رکھنا بہت مشکل ہے اور آپ کے لیے آسان ہے۔ آپ میں طلب صادق پائی گئی تو یہ کام آپ کے لیے آسان کر دیئے گئے۔ جس طرح نماز پڑھنا آسان ہے اسی طرح دین کے دوسرے تقاضے پورے کرنا بھی آسان ہے بشرطیکہ ان کے لیے بھی طلب صادق ہو۔ دین کے جن شعبوں کے لیے طلب صادق نہیں وہی مشکل محسوس ہوتے ہیں۔ جن کے لیے طلب صادق ہمہ گیر تھی وہاں باپ بیٹے کو کہتا ہے کہ مجھے اللہ کے راستے میں قربان ہونے دو...... بیٹا باپ کو کہتا ہے کہ مجھے شہادت درکار ہے، مجھے جانے دو...... وہاں باپ بیٹا خواہش کر رہے ہیں شہادت کے لیے...... ان کے لیے جتنا نماز کے لیے سر جھکانا آسان تھا اتنا ہی راہِ حق میں سر کٹانا آسان تھا۔ دین کی راہ......کوئی مشکل راہ نہیں...... البتہ اگر طلب صادق نہیں اور رجوع الی اللہ نہیں تو پھر توفیق بھی نہیں۔ نتیجتاً راہِ حق میں ایک قدم بھی نہیں اُٹھ سکتا۔

ڈاکٹر نذیر شہید

اس شمارے میں

مسئلہ کشمیر: آیئے گریبان میں جھانکیں
حق و باطل کی کشاکش
افغانستان، عمران خان اور طیب اردگان
حضرت اُم عمارہ رضی اللہ عنہا
قربانی کے احکام ومسائل
آدھی رات کے ساربان

الھدیٰ (943)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

رسول اللہ ﷺ کا بلانا خصوصی اہمیت رکھتا ہے

سُورَةُ النُّوْر — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — آیت:63

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٦٣﴾

آیت:۶۳ ﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ﴾ ’’تم لوگ رسولؐ کے بلانے کو ایسے نہ سمجھ لو جیسے تمہارا آپس میں ایک دوسرے کو بلانا۔‘‘

یعنی رسول اللہ ﷺ کا بلاوا غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ کسی دوسرے شخص کے بلانے پر تم نہ جاؤ تو کوئی بڑی بات نہیں، لیکن رسولؐ کے بلانے پر تم لبیک نہ کہو تو اپنے ایمان کی خیر مناؤ۔ ایک بلانا اللہ کے رستے میں جہاد کے لیے بلانا ہے کہ ایک طرف رسول اللہ ﷺ لوگوں کو بلا رہے ہیں کہ آؤ اللہ کی راہ میں میرے ساتھ چلو اور دوسری طرف کوئی عام شخص کسی دوسرے شخص کو اپنی مدد کے لیے بلا رہا ہے تو رسول اللہ ﷺ کے بلانے اور ایک عام آدمی کے بلانے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

’’دُعَآءَ الرَّسُوْلِ‘‘ کا ایک مفہوم ’’رسولؐ کو پکارنا‘‘ بھی ہے۔ یعنی جیسے تم لوگ آپس میں ایک دوسرے کو مخاطب کرتے ہو، رسول اللہ ﷺ کو تم ایسے مخاطب نہیں کر سکتے۔ آپؐ کے ادب اور احترام کے بارے میں سورۃ الحجرات میں بہت واضح ہدایات دی گئی ہیں: ’’اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی ﷺ کی آواز پر بلند نہ کرو اور نہ آپؐ سے اونچی آواز میں بات کرو جیسے تم ایک دوسرے سے اونچی آواز میں بات کرتے ہو، کہیں تمہارے سارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں پتا بھی نہ چلے‘‘۔ سورۃ الحجرات کے مطالعہ کے دوران اس بارے میں مزید تفصیل سے بات ہوگی۔

﴿قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ﴾ ’’اللہ خوب جانتا ہے تم میں سے ان لوگوں کو جو ایک دوسرے کی اوٹ لے کر کھسک جاتے ہیں۔‘‘

یہ ایسے لوگوں کا ذکر ہے جن کی نیت میں پہلے سے ہی فتور ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کا معاملہ یوں ہوتا ہے کہ جب لوگ کسی مہم کے لیے نکلے تو یہ بھی نکل پڑے۔ پھر جب دیکھا کہ ان کا نام جانے والوں میں شامل ہو چکا ہے تو اس کے بعد آنکھ بچا کر چپکے سے ایک دوسرے کی آڑ لیتے ہوئے کھسک گئے۔

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٦٣﴾﴾ ’’تو جو لوگ رسولؐ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرنا چاہیے کہ ان پر کوئی آزمائش آ جائے یا ان کو کوئی دردناک عذاب آ پکڑے۔‘‘

فرمان نبویؐ

دوسروں کی ضرورت میں کام آنا

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ قَضٰى لِاَحَدٍ مِنْ اُمَّتِيْ حَاجَةً يُرِيْدُ اَنْ يَّسُرَّهٗ بِهَا فَقَدْ سَرَّنِيْ وَمَنْ سَرَّنِيْ فَقَدْ سَرَّ اللّٰهَ وَمَنْ سَرَّ اللّٰهَ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ))

(مشکوٰۃ شریف)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جو شخص میری اُمت میں سے کسی کی ضرورت پوری کر دے اور اس سے اس کی نیت صاحب ضرورت کو خوش کرنے کی ہو تو اُس نے مجھ کو خوش کیا اور جس نے مجھ کو خوش کر دیا اُس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کر دیا اور جس نے اللہ پاک کو خوش کر دیا اللہ پاک اُس کے بدلے میں اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔‘‘

تشریح: دین کا مقصد عبادت رب کے ساتھ انسانوں کی خیر خواہی، خدمت اور بھلائی بھی ہے۔ مومن ایک دوسرے کے ہمدرد اور مددگار ہوتے ہیں۔ حقیقت میں خدمت خلق اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور جنت کے حصول کا ذریعہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ کشمیر: آیئے گریبان میں جھانکیں

قائد اعظم نے کشمیر کو پاکستان کی شہ رگ قرار دیا تھا۔ پون صدی مکمل ہونے کو ہے ہماری اِس شہ رگ پر ہمارے بدترین ازلی دشمن بھارت نے اپنے پنجے گاڑھے ہوئے ہیں، لیکن ہم اپنے دشمن کے پنجے کو اپنی شہ رگ سے دور نہیں ہٹا سکے۔ بدقسمتی سے یہ دشمن انتہائی کم ظرف اور پست ذہنیت کا حامل ہے۔ جس سے اہل پاکستان اور اہل کشمیر دونوں بڑی اذیت میں رہتے ہیں۔ کشمیر جس پر بھارت نے غاصبانہ قبضہ جمایا ہوا ہے، وہاں زندگی سسکیاں لے رہی ہے۔ کسی کی جان، مال اور عزت محفوظ نہیں۔ شہری قابض فوج کے بدترین ظلم وستم کا شکار ہیں۔ ہم کشمیریوں سے اس سلوک پر بھارت پر لعن طعن تو کرتے ہی رہتے ہیں۔ اس وقت ہم اس سوال پر غور کریں گے کہ کشمیریوں پر بھارتیوں کے ہاتھوں ہونے والے اس ظلم وستم کے پاکستان کے مسلمان اور عوام، یہاں کی سیاسی اور عسکری قیادت کس حد تک ذمہ دار ہیں۔ ہم سے کیا کیا غلطیاں اور خطائیں سرزد ہوئیں جن کی وجہ سے مقبوضہ کشمیر کے مسلمان ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں اور پاکستان کی یہ شہ رگ اب تک پنجۂ ہنود سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکی، گویا اپنے گریبان میں جھانکنے کی کوشش کرتے ہیں۔

کشمیر کے حوالے سے مسلمانانِ برصغیر کی غلطیوں کا آغاز تقسیم ہند سے پہلے ہی ہو گیا تھا۔ مسلم لیگ، کانگریس اور حکمران انگریز کے مابین تقسیم کا جو فارمولا طے ہوا تھا، اس کے مطابق ہندوستان کے تمام صوبوں کے عوام نے یہ طے کرنا تھا کہ اُنھیں آیا پاکستان سے الحاق کرنا ہے یا بھارت سے، لیکن بعد ازاں مسلم لیگ نے اچانک یہ تجویز پیش کر دی کہ اس فارمولے پر ہندوستان کی ریاستوں میں عمل درآمد نہ کیا جائے بلکہ ریاستوں کے والی اور راجے خود طے کریں کہ اُنھیں پاکستان اور بھارت میں سے کس سے الحاق کرنا ہے۔ یہ تجویز قبول کر لی گئی۔ آج پورے کشمیر کا پاکستان کا حصہ نہ بننا اس تجویز کا نتیجہ بھی تھا۔ مسلم لیگ کی نگاہ شاید حیدر آباد دکن پر تھی جہاں ہندو اکثریت تھی، لیکن نظام دکن یعنی حکمران مسلمان تھا۔ شاید مسلم لیگ کی نگاہ حیدر آباد دکن کی دولت پر تھی جو ہندوستان کی امیر ترین ریاست تھی اور مسلم لیگ کو قیامِ پاکستان کے بعد ملک کے مالی حالات بڑے دگرگوں نظر آ رہے تھے۔ لیکن بعد از تقسیم پاکستان کو حیدر آباد دکن سے سونے کی چند اینٹوں کے سوا کچھ نہ ملا کیونکہ یہ ریاست چاروں طرف سے بھارت میں گھری ہوئی تھی جس دن قائد اعظم نے وفات پائی، بھارت نے اُسی روز فوجی اقدام کر کے حیدر آباد دکن پر قبضہ کر لیا اور پاکستان کچھ نہ کر سکا۔

ادھر کشمیر میں اگرچہ مسلمانوں کی اکثریت تھی، لیکن وہاں کا راجہ ہری سنگھ تھا جس نے بھارت کے ساتھ الحاق کر لیا۔ ہم آج تک شور مچا رہے ہیں کہ یہ الحاق جعلسازی سے کیا گیا تھا۔ یہ جعلسازی تھی یا نہیں بہر حال بھارت سے کشمیر کا الحاق ہو گیا۔ اہل پاکستان تو شور وغوغا کے سوا کچھ نہ کر سکے۔ البتہ وہ قبائلی

ہفت روزہ — لاہور
ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

25 ذوالقعدہ تا 2 ذوالحجہ 1442ھ — جلد 30
6 تا 12 جولائی 2021ء — شمارہ 25

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
"دار الاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقامِ اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 15 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 600 روپے
بیرون پاکستان

انڈیا------------------------ (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

جن کا ہم نے نائن الیون کے بعد مار مار کر بھرکس نکال دیا ہے، انہوں نے بھارت کے اس فیصلے کے خلاف جہاد کیا۔ وہ بڑھتے ہوئے جموں کے ہوائی اڈے کے قرب وجوار میں پہنچ گئے تھے۔ پنڈت نہرو نے کشمیر خطرے میں دیکھا تو بھاگم بھاگ سلامتی کونسل پہنچا اور استصواب رائے کا وعدہ کر کے سیز فائر کرانے میں کامیاب ہوگیا۔ حیرت اِس بات پر ہے کہ ہم جو صدیوں سے ہندوؤں کے ساتھ دیوار بردیوار رہتے تھے، اس کی دشمنی اور ذہنیت سے اچھی طرح واقف تھے پھر بھی اس پر اعتماد کرنے کی حماقت کا مظاہرہ کیا۔ پنڈت نہرو کی اصلیت جلد سامنے آ گئی۔ جونہی حالات کچھ موافق ہوئے وہ انتہائی بودی دلیل کا سہارا لے کر اپنے وعدے سے مکر گیا۔ اہل پاکستان منہ دیکھتے رہ گئے۔

1962ء میں ہند چین سرحدی جھڑپیں ہوئیں۔ بھارت نے اپنی انٹرنیشنل سرحد کے دفاع کے لیے کشمیر سے فوج نکال لی۔ چین نے راتوں رات پاکستان کو پیغام بھجوایا کہ کشمیر میں اپنی افواج داخل کر دو، تمہیں واک اوور مل جائے گا۔ کوئی مزاحمت نہیں ہوگی۔ لیکن ہمارا وہ جرنیل حکمران جو گھر بیٹھے اور بغیر کسی جنگ کے فیلڈ مارشل بن گیا تھا، اس نے امریکہ کی اس یقین دہانی پر اعتماد کر لیا کہ بھارت چین جنگ کے بعد مذاکرات ہوں گے اور کشمیر کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ آج تک ہم ان مذاکرات کی راہ دیکھ رہے ہیں جو کشمیر کو پاکستان کی جھولی میں ڈال دیں گے۔

1964ء کی رن آف کچھ جنگ میں پاکستان نے بھارت کی بہت بڑی فوج کو گھیرے میں لے لیا تھا ہم اس وقت بھارت سے بہت کچھ منوانے کی پوزیشن میں تھے۔ لیکن ایک بار پھر وعدے ہی ہمارے حصہ میں آئے۔ 1965ء میں پاکستان کے فوجی کمانڈوز اور گوریلے بغیر کسی ہوم ورک کے کشمیر میں داخل ہوئے اور نہ وہاں مقامی آبادی کو اعتماد میں لیا گیا۔ پھر یہ کہ غیروں کی اس بات پر یقین کر لیا کہ کشمیر میں جنگ کی صورت میں بھی بھارت انٹرنیشنل بارڈر کراس نہیں کرے گا۔ ہم نے جنگ چھیڑ دی اور کشمیر کے محاذ پر کچھ کامیابیاں حاصل کیں، کئی اہم چوکیوں پر قبضہ کر لیا لیکن بھارت نے لاہور پر حملہ کر دیا۔ کشمیر میں جنگ چھڑنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی رحمت سے لاہور دشمن کی دست بُرد سے محفوظ رہا۔ ہمارے جوان ایسی جانفشانی اور جوانمردی سے لڑے کہ دشمن پسپا ہو گیا۔ لیکن کشمیر میں ہم اپنی پیش قدمی روکنے پر مجبور ہو گئے اور یہی بھارت چاہتا تھا۔ کشمیر پر بھارت کا قبضہ جاری رہا۔ انتہائی دلچسپ لیکن شرمناک بات یہ ہے کہ دوران جنگ چین نے پاکستان کو جنگی طیارے دینے کی پیشکش کی، فیلڈ مارشل حکومت نے چین سے کہا کہ آپ یہ طیارے ملائیشیا کو دیں، ہم ان سے لے لیں گے۔ اگر ہم نے آپ سے براہِ راست جنگی طیارے لیے تو امریکہ ناراض ہو جائے گا۔ ایسی ذہنیت کی حامل قیادت جنگ کیسے جیت سکتی تھی اور کشمیر کیسے پنجۂ ہنود سے آزاد ہو سکتا تھا۔

عسکری اور سیاسی قیادت کے کرتوتوں کی وجہ سے 1971ء میں پاکستان بھارت کے ہاتھوں شکست وریخت سے دوچار ہوا، ہمارا مشرقی بازو ٹوٹ گیا، دشمن نے ہمارے ہزاروں فوجیوں کو جنگی قیدی بنا لیا۔ ہمارے پاس شملہ معاہدہ کرنے کے سوا کوئی دوسرا آپشن نہ تھا۔ اس معاہدے کا نتیجہ یہ نکلا کہ کشمیر کا مسئلہ بین الاقوامی مسئلہ نہ رہا بلکہ صرف پاک بھارت مسئلہ بن گیا۔ اب ہمارے مسئلہ کشمیر کو یو این او میں لے جانا ہی مشکل ہو گیا۔ اس کے بعد بھی اُس حوالے سے ہم سے حماقتیں سرزد ہوتی رہیں۔ ہم نے بعض غیر ریاستی عناصر کے ذریعے کشمیر میں فوجی کارروائیاں کیں جنہیں بھارت نے اپنے علاقے میں دراندازی اور دہشت گردی قرار دے کر ہمیں دنیا بھر میں خوب بدنام کیا۔ پھر یہ کہ اس نوع کی کارروائیاں بھارتی فوج کو جواز فراہم کرتی تھیں کہ وہ عام کشمیریوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنائے۔ قصہ کوتاہ آج ہماری شہ رگ اگر پنجۂ ہنود میں ہے تو اُس کی وجہ اگر بھارت کا جبر اور اُس کا غیر منصفانہ اور معاندانہ رویہ اور طرزِ عمل ہے تو ہماری حماقتوں اور کوتاہیوں نے بھی اُسے یہ سب کچھ کرنے کا موقع فراہم کیا۔

اب اصل سوال یہ ہے کہ اپنی شہ رگ کو پنجۂ ہنود سے کیسے چھڑایا جائے بھارت نے پاکستان سے ہی نہیں تمام بین الاقوامی مسائل اور تنازعات میں اپنے ہمسایوں سے جو رویہ اور طرزِ عمل اختیار کیا ہے، اُسے سامنے رکھتے ہوئے یہ سوچنا بھی پاگل پن ہوگا کہ بھارت کبھی مذاکرات سے کشمیر کے حل کی طرف آئے گا۔ دوسرا آپشن جنگ ہے، لیکن دو ایٹمی ممالک کی جنگ بھی مکمل تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں ہوگی۔ بااِیں صورت ہمیں کیا کرنا ہوگا۔ عارضی طور پر کرنے کا کام یہ ہے کہ بین الاقوامی سطح پر سیاسی اور سفارتی ذرائع سے کشمیر پر بھارت کے ظلم وستم کو بھرپور انداز میں نمایاں کیا جائے تاکہ عالمی ضمیر اور دنیا کی ''Silent Majority'' کو حق میں کرنے کی کوشش ہو سکے۔ حالانکہ ہم بخوبی جانتے ہیں کہ عالمی اقوام اور بالخصوص ''اسلاموفوبیا'' کی شکار یورپی اور امریکی اقوام مسلمانوں پر ظلم وستم کے حوالے سے کبھی بھی مظلوم مسلمانوں کے حق میں نہیں ہو سکتیں، لہٰذا ہمیں حقیقی اور مستقل حل کی طرف بڑھنا ہوگا۔ ہماری رائے میں اِس وقت جو کشمیر میں غیر مسلح عوامی تحریک چل رہی ہے جس کا یہ نعرہ ''پاکستان سے رشتہ کیا: لا الٰہ الا اللہ'' بھارت میں اگرچہ کھلبلی مچا رہا ہے لیکن اس نعرے کی وہ گونج نہیں جو ہونا چاہیے تھی۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ جس پاکستان سے وہ لا الٰہ الا اللہ کا رشتہ اُستوار کرنا چاہتے ہیں وہاں یہ کلمہ کتابی صورت میں تو ہے عملی صورت میں غائب ہے۔ لہٰذا پاکستان اسلامی نظام کے ثمرات سے بہرہ ور نہیں ہو رہا نتیجتاً پاکستان کے حالات کسی صورت قابل رشک نہیں۔ کسی کو بھی کیا کشش ہو سکتی ہے ایک مقروض، بدحال، سیاسی اور اقتصادی طور پر غیر مستحکم پاکستان میں، لیکن اگر پاکستان میں لا الٰہ الا اللہ نہیں بلکہ اُس کے ساتھ محمد رسول اللہ ﷺ بھی شامل ہو کر عملی طور پر نافذ العمل ہو جائے اور پاکستان ایک اسلامی فلاحی ریاست بن جائے تو یہ ایک ایسی مثالی ریاست ہوگی اور مقبوضہ کشمیر کے لوگوں کے لیے ایسی زبردست کشش پیدا کر دے گی کہ اُن میں پاکستان کا جز اور حصہ بننے کی ایسی شدید خواہش پیدا ہو جائے گی تب بھارت سے علیحدہ ہونے کی ایسی بے مثل تحریک برپا ہوگی کہ بھارت اپنی پوری قوت اور وسائل کو استعمال کر کے اِس تحریک کا تدارک نہیں کر سکے گا۔ بھارت سے آزادی کشمیریوں کا مقدر بن جائے گی۔ یہی واحد راستہ ہے جس سے پاکستان کی شہ رگ پنجۂ ہنود سے آزاد ہو سکتی ہے اور یہی وہ واحد راستہ جس سے نہ صرف پاکستان کی سلامتی اور بقا کی ضمانت مل سکتی ہے بلکہ ایک ایسا مستحکم اور مضبوط پاکستان وجود میں آ سکتا ہے جس کی طرف کوئی میلی آنکھ سے دیکھنے کی جرأت نہیں کر سکے گا۔

حق اور باطل کی کشاکش

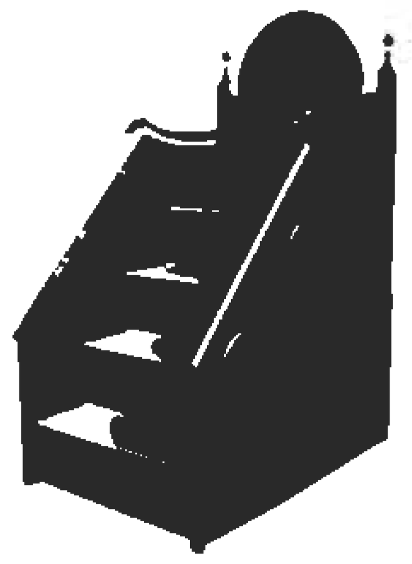

(سورۃ القمر کی ابتدائی آیات کی روشنی میں)

جامع مسجد شادمان ٹاؤن کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ ﷾ کے 18 جون 2021ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

قرآن مجید کے سلسلہ وار مطالعہ کے ضمن میں آج ہم ان شاء اللہ سورۃ القمر کے مطالعے کا آغاز کر رہے ہیں۔ یہ مکی سورت ہے اور اس میں گزشتہ اقوام پر آنے والے عذابوں کا ذکر ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بار بار پچھلی اقوام کا ذکر فرمایا۔ اس کے کئی مقاصد ہیں۔ حق و باطل کی کشاکش ہمیشہ سے جاری ہے اور رہے گی۔ ایک طرف اہل حق ہوں گے، دوسری طرف اہل باطل ہوں گے۔ ہر دور کے اہل باطل کے لیے بھی ان واقعات میں ایک سبق آموزی ہے، ایک انذار ہے ایک ڈراوا ہے کہ اگر تم بھی پیغمبر کی بات کو رد کرو گے اور باطل پر اڑے رہو گے تو گزشتہ اقوام کا جو انجام ہوا وہی تمہارا بھی ہوگا۔ اسی طرح اس میں ایمان والوں کے لیے بھی تسلی ہوا کرتی ہے کہ حق و باطل کے معرکے کے دوران جو مصائب و تکالیف آتی ہیں اس کا اجر و انعام اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت دونوں میں دیتا ہے اور آخر میں اہل حق کو اللہ نصرت اور فتح بھی عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ گزشتہ قوموں کا تذکرہ قرآن مجید کی کئی سورتوں میں اسی مقصد کے تحت آیا ہے۔ اس سورت کی ابتدا میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قیامت کا تذکرہ فرمایا اور اسی کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے ایک عظیم الشان معجزے کا بیان بھی آیا۔ ارشاد فرمایا:

﴿اِقۡتَرَبَتِ السَّاعَةُ﴾ ’’قیامت کی گھڑی قریب آچکی۔‘‘

الساعۃ خود قیامت کا ایک نام ہے۔ جیسا کہ پچھلی سورت کے مطالعہ میں بھی ذکر ہوا کہ خود نبی اکرم ﷺ کا تشریف لے آنا قیامت کی ایک علامت ہے۔ اس کائنات میں اللہ کی قدرت کا جو نظارہ ہمارے سامنے ہے وہ ظاہر کرتا ہے کہ جو ہستی اس کائنات کو بنانے پر قادر ہے وہ پل بھر میں اس کو مٹانے پر بھی قادر ہے۔ آج سورج اپنے وقت پر نکلتا ہے، وقت پر غروب ہوتا ہے، چاند کی اپنی مووومنٹ ہے، یہ تمام ستارے اپنے اپنے مدار میں گھوم رہے ہیں، آج یہ نظام smoothly چل رہا ہے جیسے سورۃ الملک میں فرمایا: ’’تم نہیں دیکھ پاؤ گے رحمٰن کی تخلیق میں کہیں کوئی فرق۔ پھر لوٹاؤ نگاہ کو' کیا تمہیں کہیں کوئی رخنہ نظر آتا ہے؟ پھر لوٹاؤ نگاہ کو بار بار (کوئی رخنہ ڈھونڈنے کے لیے)' پلٹ آئے گی نگاہ تمہاری طرف ناکام تھک ہار کر۔‘‘ (آیات: 3،4)

لیکن جب عالم قیامت برپا ہوگا تو یہ سارا نظام تلپٹ کر دیا جائے گا۔ جیسے سورۃ القیامہ میں فرمایا:

مرتب: ابو ابراہیم

’’اور سورج اور چاند یکجا کر دیے جائیں گے۔‘‘ (آیت: 9)

وہی بات سورۃ القمر میں بیان ہو رہی ہے:

﴿اِقۡتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانۡشَقَّ الۡقَمَرُ ①﴾ ’’قیامت کی گھڑی قریب آچکی اور چاند شق ہوگیا۔‘‘

حضور ﷺ کو جو معجزات عطا کیے گئے ان میں سے سب سے بڑا معجزہ قرآن مجید ہے اور قیامت تک رہے گا۔ اس کے علاوہ بھی حضور ﷺ کو کچھ معجزات عطا کیے گئے جن میں سے ایک شق القمر کا معجزہ ہے۔ کفار مکہ نے بھی اسی طرح اللہ کے پیغمبر ﷺ سے معجزے کا مطالبہ کیا جس طرح سابقہ اقوام اللہ کے رسولوں سے کسی نہ کسی نشانی کا مطالبہ کرتی رہی ہیں۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو شق القمر کا یہ معجزہ عطا فرمایا۔

ایک رائے کے مطابق یہ ہجرت مدینہ سے کم و بیش پانچ برس پہلے کا واقعہ ہے۔ صحابہ کرامؓ بھی موجود تھے، مشرکین بھی موجود تھے۔ اس موقع پر اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کے حکم سے انگلی کا اشارہ فرمایا اور سامنے آسمان افق پر چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ اس کے دو ٹکڑے اس قدر واضح انداز میں نظر آرہے تھے کہ ایک ٹکڑا پہاڑی کے ایک طرف دکھائی دے رہا تھا اور دوسرا دوسری طرف۔ اس کا مشاہدہ وہاں موجود لوگوں کے علاوہ دور دراز کے لوگوں نے بھی کیا۔ چنانچہ بہت سے لوگ جو تجارت کے لیے سفر پر گئے ہوئے تھے انہوں نے بھی واپس آکر گواہی دی کہ ہم نے یہ ماجرا دیکھا ہے۔ ہمارے کچھ مفسرین نے لکھا ہے کہ ہندوستان کا ایک راجہ تھا اس نے مالابار میں یہ معجزہ دیکھا۔ جب عرب تاجر ہندوستان میں آئے اور ان کے ذریعے سے نبی اکرم ﷺ کی دعوت اس علاقے میں پہنچی تو اس معجزے کا بھی ذکر کیا گیا۔ تب اس راجہ نے گواہی دی کہ واقعی یہ معجزہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ایمان لے آیا۔ پیغمبر جو کچھ پیش کرتے ہیں وہ اپنی مرضی سے، اپنے اختیار سے نہیں کرتے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہوتا ہے۔ معجزہ بھی اللہ کے حکم سے رونما ہوتا ہے اور یہ پیغمبر کی صداقت کی دلیل بھی ہوتا ہے۔ لیکن جن کے مقدر میں گمراہی لکھی ہو وہ اتنے بڑے معجزے دیکھنے کے بعد بھی راہ راست پر نہیں آتے۔ یہی حال مشرکین مکہ میں سے کچھ لوگوں کا تھا جو اس کے باوجود بھی ہٹ دھرمی پر قائم تھے۔ ان کے بارے میں فرمایا:

﴿وَاِنۡ يَّرَوۡا اٰيَةً يُّعۡرِضُوۡا﴾ ’’اور اگر وہ دیکھیں گے کوئی نشانی تب بھی وہ اعراض ہی کریں گے۔‘‘ (القمر: 2)

اصل بات یہ ہے کہ جس کے باطن میں حق کی طلب وتڑپ نہ ہو وہ لاکھ نشانیاں بھی دیکھ لے اس کو ہدایت نہیں ملتی اور جس کے دل میں طلب اور تڑپ ہو وہ خود حق کی تلاش میں رہتا ہے اور اللہ بھی اس کو راستہ دکھا دیتا ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی مثال واضح ہے۔ ان کا تعلق ایران کے آتش پرستوں سے تھا۔ لیکن حق کی تڑپ اور طلب ان کے اندر موجود تھی۔ حق کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے اور ملکوں ملکوں کے سفر اور تلاش کے بعد بالآخر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔ ان کے برعکس ابولہب اور ابوجہل جو حضور ﷺ کے بہت قریبی تھے۔ قرآن بھی ان کی زبان میں نازل ہو رہا تھا اور حق بھی بہت واضح تھا۔ سب کچھ سمجھ میں بھی آ رہا تھا۔ مشہور روایت ہے کہ ابوجہل سے کسی نے پوچھا کہ حضور ﷺ جو لائے ہیں کیا وہ صحیح نہیں ہے؟ کہا بالکل محمد ﷺ سچ کہتے ہیں لیکن میں مان اس لیے نہیں سکتا کہ اگر میں مان لوں تو ان کے سامنے میرا رتبہ کم ہو جائے گا۔ معلوم ہوا کہ دل بغض، کینہ اور تکبر سے بھرا ہوا تھا اسی لیے حق قبول نہیں کیا۔ جہاں یہ تکبر، تعصب، حسد، منصب، جاہ وجمال دنیا، حب دنیا، مال ودولت کی حرص کی بات آجاتی ہے وہاں حق سامنے بھی ہو تو دکھائی نہیں دیتا ہے۔ یہی حال ان سرداران قریش کا تھا۔ اسی طرح کا معاملہ یہود کا تھا۔ انہیں خوب معلوم تھا کہ حضور ﷺ اللہ کے آخری رسول ہیں۔ لیکن اس حسد میں ایمان لانے سے محروم رہے کہ اللہ نے آخری نبی ہم میں سے کیوں نہ بھیجا۔ ان کی تباہی اور ہلاکت کی وجہ یہ بغض بن گیا کہ بنی اسرائیل میں نبوت کا جو سلسلہ چلا آ رہا تھا وہ بنی اسماعیل میں کیوں چلا گیا۔ یہ باطن کی ان بیماریوں کا بیان ہے جو جا بجا قرآن کریم میں ملتا ہے ورنہ جس کے دل میں طلب ہو اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دیتا ہے۔ سورۃ الشوریٰ میں فرمایا:

﴿وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴾ ’’اور وہ اپنی طرف ہدایت اُسے دیتا ہے جو خود رجوع کرتا ہے۔‘‘

یہ بات یاد رہے ہدایت کوئی ایک مرتبہ مل جانے والی شے نہیں کہ ماں کی گود میں کلمہ نصیب ہو گیا تو ہدایت مل گئی۔ مسلمان گھرانے میں پیدا ہو گئے تو ہدایت مل گئی۔ قطعاً نہیں۔ اسی لیے ہم ہر نماز کی ہر رکعت میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں:

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴾ (محمد) ’’اور وہ لوگ جو ہدایت پر ہیں اللہ نے ان کی ہدایت میں اور اضافہ کر دیا ہے اور انہیں ان کے حصے کا تقویٰ عطا فرمایا ہے۔‘‘

اسی طرح وہ امام الانبیاء ﷺ جن کے ذریعے ہدایت ہم تک پہنچی ان کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

﴿وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ (الشوریٰ) ’’اور آپ یقیناً سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔‘‘

وہ امام الانبیاء ﷺ جو سیدھی راہ کی طرف راہنمائی فرمانے والے ہیں، خود ان کا عالم کیا ہے دنیا سے جاتے جاتے آخری نماز کی آخری رکعت میں حضور ﷺ نے بھی سورۃ الفاتحہ تلاوت کی ہوگی اور اھدنا الصراط المستقیم کے الفاظ استعمال کیے ہوں گے۔ ذرا سوچیے! ہم جیسے عام لوگوں کو ہدایت کی کس قدر ضرورت ہوگی؟

جان لیجیے! اللہ کی سب سے بڑی نعمت یہ ہدایت ہے۔ فرعون کے پاس اقتدار بھی تھا، اختیار بھی تھا، محلات، نہریں، لشکر، سب کچھ تھا لیکن ہدایت نہیں تھی تو نشانِ عبرت بن گیا۔ قارون کے پاس اتنی دولت تھی کہ اس کے خزانوں کی کنجیاں اٹھانا ایک جماعت کے لیے بہت بھاری کام تھا لیکن ہدایت نہیں تھی تو دھنسا دیا گیا۔ ابولہب گورا چٹا، کڑیل انسان تھا، اصل نام عبدالعزیٰ تھا۔ ابولہب اس لیے کہتے تھے کہ شعلے کی مانند سرخ وسفید اس کی رنگت تھی۔ مال ودولت، نوکر چاکر، سرداری سب کچھ تھا لیکن ہدایت

پریس ریلیز 02 جولائی 2021ء

گھریلو تشدد کے حوالے سے نیا قانون غیر شرعی ہے جو ہمارے خاندانی نظام کو تباہ و برباد کر دے گا

شجاع الدین شیخ

گھریلو تشدد کے حوالے سے نیا قانون غیر شرعی ہے جو ہمارے خاندانی نظام کو تباہ و برباد کر دے گا۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے گھریلو تشدد (تدارک وتحفظ) ایکٹ 2021 کو سختی سے مسترد کرتے ہوئے کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ مذکورہ ایکٹ جس کو قومی اسمبلی اور سینٹ دونوں میں حکومت اور اپوزیشن نے متفقہ طور پر منظور کیا ہے، نہ صرف مغرب کے اخلاق باختہ معاشرتی اور سماجی نظام کی مکمل عکاسی کرتا ہے بلکہ اسلام کے خاندانی نظام اور مقدس رحمی رشتوں کی پامالی کا دروازہ بھی کھولتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ قانون چودہ سو سال سے طے شدہ ان تمام مسلمہ اسلامی شعائر کے یکسر منافی ہے جن کی بنیاد قرآن وسنت ہے۔ علاوہ ازیں یہ قانون آئین پاکستان کے بھی سراسر منافی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس ایکٹ میں جس قسم کی زبان اور تکنیکی اصطلاحات کا استعمال کیا گیا ہے، ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اقوام متحدہ اور مغرب کی ڈکٹیشن کو من وعن قبول کیا گیا ہے، جنہیں اسلامی معاشرے میں عورت کی عزت وعصمت اور مقدس گھریلو رشتوں سے کوئی سروکار نہیں۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ حکومت فی الفور اس غیر اسلامی، غیر شرعی ایکٹ کو واپس لے اور ان تمام مغرب زدہ این جی اوز پر کڑی نظر رکھے جو پاکستان میں ہر وقت غیر شرعی، غیر آئینی قانون سازی کے لیے متحرک رہتی ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ ریاستِ مدینہ کا نعرہ لگانے والی حکومت کے لیے ایسی غیر شرعی قانون سازی انتہائی شرمناک ہے۔ علاوہ ازیں اپوزیشن کا رویہ یہ ہے کہ وہ تمام حکومتی معاملات میں شدت سے مخالفت کرتی ہے لیکن غیر شرعی قانون سازی میں حکومت کی حمایت کرتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت کا فرض بنتا ہے کہ وہ آئین کی دفعات 31-(1) اور 227 کو پوری طرح بروئے کار لاتے ہوئے اس بات کو یقینی بنائے کہ قرآن وسنت کے منافی کوئی قانون سازی نہ ہو سکے اور ملک میں ایسا ماحول پیدا کیا جائے جس سے ایک صالح معاشرہ وجود میں آجائے اور قرآن وسنت کے عین مطابق شرعی نظام کی بالادستی ہو اور پاکستان کو حقیقی معنوں میں اسلامی فلاحی ریاست بنانے کی طرف پیش رفت ہو سکے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

نہیں تھی تو اس پر لعنت کر دی گئی۔

اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہدایت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کا احساس اور ادراک عطا فرمائے۔ مرتے دم تک نہیں بلکہ جنت میں داخلے تک ہمیں ہدایت کی احتیاج اور ضرورت ہے۔ دیکھیے جنت والوں کے الفاظ جب وہ جنت میں پہنچیں گے:

''کل شکر اور کل تعریف اُس اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں یہاں تک پہنچا دیا' اور ہم یہاں تک نہیں پہنچ سکتے تھے اگر اللہ ہی نے ہمیں نہ پہنچا دیا ہوتا۔ یقیناً ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے تھے۔'' (الاعراف:43)

اس قدر ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی جانی والی ہدایت کے محتاج ہیں۔ اگر ہدایت ہے تو دولت بھی نعمت ہے، ہدایت ہے تو اولاد بھی نعمت ہے، ہدایت ہے تو قوت بازو بھی نعمت ہے، ہدایت ہے تو سب کچھ نعمت ہے۔ اور اگر ہدایت نہیں تو یہ سب وبال جان ہوگا، کل کی جوابدہی کا معاملہ مشکل ہو جائے گا۔ ہمیں مستقل ہدایت کی ضرورت ہے اس کے لیے اللہ سے طلب کرنا، مانگنا، گڑگڑانا، رونا، دعا کرنا یہ ہمیں بار بار سورۃ الفاتحہ کے ذریعے سکھایا گیا۔ یہ جو تکبر، تعصب، حسد، بغض، حُبِ جاہ، حُبِ مال جیسی بیماریاں ہیں' یہ قبول حق اور ہدایت کے رستے میں رکاوٹ بن جاتی ہیں۔ ان بیماریوں سے بچنے کے لیے تزکیہ ضروری ہے، اس کے لیے گناہوں سے اپنے آپ کو بچانا، قرآن کے ذریعے اپنے ایمان کی آبیاری کرنا، نیک ماحول سے جڑنا ضروری ہے تاکہ بندہ ان بیماریوں سے اور گناہوں سے نجات پا سکے اور خیر میں آگے بڑھ سکے۔ آگے ارشاد ہوا:

﴿وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝٢﴾ ''اور کہیں گے یہ تو جادو ہے جو پہلے سے چلا آ رہا ہے۔'' (القمر:2)

معاذ اللہ! یہ پیغمبروں کی مخالفت کرنے والی اقوام کی مشترکہ بیماری ہے کہ جب وہ اللہ کی طرف سے کوئی معجزہ دیکھتی ہیں تو اسے جادو کا نام دیتی ہیں اور جو لوگ پیغمبروں کی دعوت پر حق کو قبول کر لیتے ہیں ان کے بارے میں بھی مخالفین کہتے ہیں کہ ان پر جادو کر دیا گیا ہے۔ معاذ اللہ پیغمبر نے ہم سے ہمارے بیٹوں کو چھین لیا ہے، یہ اب ہماری بات نہیں مانتے۔ یہ وہ باتیں ہیں جو نبی مکرم ﷺ کے ساتھ بھی پیش آئیں اور تمام انبیاء ورسل کے ساتھ بھی پیش آئیں۔ آج کے ہمارے معاشرے میں بھی اگر سود کے خاتمے کی بات کرو، پردے کی بات کرو تو کہتے ہیں یہ 21ویں صدی میں سود کے خاتمے اور پردے کی بات کر رہے ہیں۔ سود کے بغیر نظام نہیں چل سکتا۔ اگر ہماری بیٹیاں پردہ کریں گی تو ان کے رشتے کیسے آئیں گے؟ ان کا دماغ خراب ہو گیا ہے، یہ fanatics ہو گئے ہیں۔ اگر کوئی اسلام سے متاثر ہو کر اپنی ذات میں، اطوار میں تبدیلی لے آتا ہے تو یہاں تک کہا جاتا ہے کہ یہ پاگل ہو گئے ہیں، ان کا دماغ خراب ہو گیا ہے، یہ دیکھو یہ قرآن کی محفلوں میں جاتا رہا اب ہمارا بیٹا ہاتھ سے نکل گیا۔ اللہ اکبر کبیرا۔ نشہ کرنے والے بچے ہاتھ سے نہیں نکلے، ڈیٹنگ کرنے والے بچے ہاتھ سے نہیں نکلے۔ تعلیمی اداروں میں نکاح کے بندھن کے بغیر تعلقات رکھنے والے ہاتھ سے نہیں نکلے لیکن قرآن کی تعلیم نے جس کو بدل دیا، جس کو یہ بات سمجھ آ گئی ہے کہ عفت وپاکدامنی اختیار کرنی ہے، حرام میں منہ نہیں ڈالنا، اپنی حیا کی بھی حفاظت کرنی ہے، اپنے ایمان کی بھی حفاظت کرنی ہے اور وہ اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے تو وہ ہاتھ سے نکل گیا؟ استغفر اللہ۔ یہاں تک کہا جاتا ہے کہ اس کا تو دماغ خراب ہو گیا ہے، ہم نے اس سے بڑی امیدیں لگا رکھی تھیں، یہ تو ہماری امیدوں کا چراغ تھا۔ آج ایک بیٹی کو فاطمۃ الزہرہ ؓا کی چادر کی پاسداری کرنا سمجھ آ گئی تو یہ بچی ہاتھ سے نکل گئی ہے؟ یہ آج ہماری بھی حالت ہے۔ شادی بیاہ میں ڈانس ہوتا ہے، ساری دنیا لڑکی کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتی ہے لیکن کسی کو تکلیف اور پریشانی نہیں ہوتی۔ وہ بے پردہ بازاروں میں گھوم رہی ہو، غیر محرموں کے ساتھ اُٹھتی بیٹھتی ہو تو کسی کو پریشانی نہیں ہوتی، لیکن جب اس نے ذرا چادر لینا شروع کر دی، عبایہ لینا شروع کر دیا، نقاب کی اس نے بات کرنا شروع کر دی تو اس کو کہا جاتا ہے کہ یہ تو بیک ورڈ ہو گئی، اس کا مستقبل تاریک ہو گیا۔ اس کا دماغ خراب ہو گیا۔ یہ باتیں آج ہوتی ہیں، مشرکین اس کو جادو کہتے تھے۔ مشرکین دیکھ رہے تھے کہ حضرت بلال ؓ جان دینے کو تیار ہے لیکن کلمہ چھوڑنے کو تیار نہیں۔ یہ خباب ؓ جان دینے کو تیار ہے کلمہ چھوڑنے کو تیار نہیں۔ اسی طرح سعد بن ابی وقاص ؓ، سیدنا عثمان ؓ اور دیگر لوگوں نے باپ دادا کے دین کو چھوڑ دیا ہے تو گھر والوں کو پریشانی ہوگئی کہ ان پر جادو کر دیا ہے۔ وہ تو مشرکین تھے جو یہ کہتے تھے لیکن آج کچھ ایسا ہی رویہ کلمہ گو مسلمانوں کا ہے۔ استغفر اللہ! انا للہ وانا الیہ راجعون! یہ ہمارے معاشرے میں ہے کہ عین دین کے خلاف باتیں ہو رہی ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تم نے ہمارے باپ دادا کے دین کو چھوڑ دیا۔ باپ دادا سر آنکھوں پر۔ ہمارے باپ دادا مسلمان تھے، اللہ ان کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات کو بلند فرمائے، ہم ان کے لیے دعا بھی کریں گے۔ لیکن اگر باپ دادا کا کوئی طرز عمل دین کے خلاف تھا تو اس صورت میں ان کی پیروی کرنا دین نے منع کر دیا۔ کیونکہ اللہ کہتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مقابلے میں کسی اور کی نہیں چلے گی۔ اللہ کے رسول ﷺ کہتے ہیں:

''مخلوق کی ایسی اطاعت جائز نہیں جس میں خالق کی نافرمانی ہوتی ہو۔'' (ابوداؤد)

آج یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خاندان میں پھوٹ پڑ گئی، تقسیم ہو گئی۔ ابوجہل، نضر بن حارث اور دیگر مشرکین بھی یہی کہتے تھے کہ محمد (ﷺ) نے ہمارے خاندانوں میں تقسیم اور پھوٹ ڈال دی ہے۔ (معاذ اللہ) یاد رہے کہ حق وباطل کی تقسیم تو روز اول سے ہے۔ ہم دعائے قنوت میں کیا پڑھتے ہیں؟

((ونخلع ونترک من یفجرک)) ''اے اللہ علیحدہ ہو جاتے ہیں، ترک کر دیتے ہیں اس کو جو تیری نافرمانیاں کرے۔''

ہاں سلام دعا رہے گی، رشتہ ناطہ نہیں توڑا جائے گا بلکہ حقوق بھی ادا کیے جائیں گے، دین کی دعوت بھی دیں گے، حسن سلوک بھی کریں گے۔ لیکن کیا اہل ایمان کے لیے یہ مناسب ہوگا کہ وہ گناہگاروں کی محفل اختیار کریں، ناچ گانے، بے پردگی کی محفلوں میں جا کر بیٹھیں؟ یہ تقاضا اگر لوگ کریں تو غلط تقاضا کر رہے ہیں۔ کیونکہ وہ بات جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دین کے تقاضے کے برعکس ہو وہ نہیں مانی جا سکتی۔ اس پر کوئی کہے کہ تم نے تقسیم ڈال دی تو ہم کہیں گے کہ ہم نے نہیں کی یہ اللہ نے تقسیم کی ہے۔ کچھ ماننے والے اور کچھ نہ ماننے والے ہوں گے۔ ہم اللہ کی نافرمانی کی بات سے اتفاق نہیں کر سکتے۔ اگر خطا کار ہیں تو توبہ کریں گے، استغفار کریں گے، لیکن غلط بات کو غلط بات کہا جائے گا اور اس میں کوئی compromise نہیں کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

❀❀❀

ارمُغانِ حجاز 2
(سفرِ حجاز کے لیے یادداشتیں)

حضورِ رسالت
(رسالت مآب ﷺ کی بارگاہ میں)

ارمغانِ حجاز کے حصہ اوّل میں علامہ اقبال، حرمِ مکی میں حاضر ہوکر 'حضورِ حق تعالیٰ' مناجات اور اُمت مسلمہ کے مُلکاً عاضًا کے ناگفتہ بہ حالات اور بدترین زوال اور مُلکاً جبریًّا کے ایمان سوز اور دل گداز ماحول کے تذکرے کے بعد، اپنے خیالات کی دنیا میں ہی اب 'حرمِ مدنی' میں حاضری کے لیے ذہناً تیار ہیں اور اپنے خیالوں وخوابوں وآرزوؤں واُمنگوں کی سوغات کے ساتھ اپنے آپ کو حرمِ مدینہ میں محسوس کرتے ہیں۔

ایک صدی قبل کا کوئی دردمند دل کا مالک مسلمان ہو، عاشقِ رسول ہو، اُمت کا درد ہو، مدینۃ النبی ﷺ کی پرکیف ہوائیں اور فضائیں ہر لحہ قریب آتی محسوس ہو رہی ہوں پھر انسان ایک قادر الکلام اِلہامی شاعر بھی ہو تو اس کے دل کی کیفیات 'بیان' میں نہیں آسکتیں کہ ان لطیف اور ماورائی باطنی وروحانی احساسات کا کوئی ادنیٰ شائبہ بھی کراماً کاتبین تک کو نہیں ہوسکتا۔ بقول شاعر

میانِ عاشق و معشوق رمزیست کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

اس روح پرور، روح افزا، دلکشا اور دلفریب موقع پر اظہار مدعا کے لیے جناب عزت بخاری کے ایک شعر کا سہارا لیا ہے جو خوب برمحل ہے۔ اس اظہار مافی الضمیر سے علامہ اقبال نے گویا قارئین ارمغان کو بھی 'حرمِ مدنی' کے ماحول میں پہنچادیا ہے اور احساس دلایا ہے کہ عرش سے بھی نازک تر 'جائے ادب' کا معاملہ ہے۔ لہٰذا ہر پڑھنے سننے والا شخص بھی ذہناً اور قلباً آئندہ مذکور خیالات اس کے خاص پس منظر میں ہی رکھ کر سمجھنے کی کوشش کرے۔

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا
(عزت بخاری)

ترجمہ: یہ ایک (ایسی) ادب کی جگہ (سامنے) ہے جو ہے تو آسمان کے نیچے لیکن آسمانوں کو محیط عرش سے بھی نفیس و نازل اور مرجع قوائے عالم ہے (حضرت) جنید بغدادیؒ اور (حضرت) بایزید بسطامیؒ جیسے بلند مرتبہ مسلمان بھی اس جگہ سانس روک کر اور پھونک پھونک کر قدم رکھا کرتے تھے کہ کہیں کوئی قدم ایسا نہ اُٹھ جائے جو خلافِ سنت ہو۔

حضورِ رسالت — 1 — (I)

''اَلا یا خیمگی خیمہ فرو ہل
کہ پیش آہنگ بیروں شد ز منزل''
خرد از راندنِ محمل فرو ماند
زمامِ خویش دادم در کفِ دل!

ترجمہ و تشریح

عصر حاضر میں اُمت مسلمہ کے لیڈروں اور رہنماؤں کو ہوشیار ہونے کی ضرورت ہے کہ مستقبل کے لیے بڑے خطرے اور نقصان کا معاملہ درپیش ہے۔ کہ اس قافلے کے آگے رہنمائی کے لیے چلنے والا (پیش آہنگ) طبقہ (عصر حاضر کی اشرافیہ یعنی ELITE کلاس) اُمت کی رہنمائی سے غفلت اور اپنی فکری ونظری نااہلی کی وجہ سے منزل سے دور کہیں آگے نکل چکا ہے۔ اہل دین ودانش اور عام مسلمان اُمت اس صورت حال سے حیران پریشان ہے۔ قرآن مجید میں پندرھویں پارے کے آخری حصے میں جہاں سیّدنا حضرت موسیٰ اور ایک بزرگ حضرت خضر کی ملاقات کا ذکر ہے وہاں جب حضرت موسیٰ کو بھی تکان اور فرسودگی کا احساس ہوا وہیں اُن کے خادم نے بھی اپنی غلطی تسلیم کرتے ہوئے عرض کی کہ نشانی کے طور پر مچھلی نے تو زندہ ہوکر دریا کی راہ لے لی تاہم شیطان کی طرف سے غفلت کے باعث وہ فوری طور پر حضرت موسیٰ کو آگاہ نہ کرسکے، جس سے صورت حال پیچیدہ ہوگئی۔ اسی طرح کی صورت حال اس وقت اُمت مسلمہ کی رہنمائی اور انگریز کی منحوس غلامی سے نجات کے زمرے میں مسلمانوں کو درپیش ہے کہ ہمارے رہنما استعمار کے نظامِ تعلیم سے پیدا شدہ ذہن اور اس کی طرف سے مراعات اور جاگیروں کی وجہ سے بصیرتِ باطنی ونظریاتی رہنمائی کے منصب کے تقاضوں کے خلاف کام کررہے ہیں اور مسلمانوں کو انگریزی استعمار کی اطاعت وغلامی کا درس دے رہے ہیں۔ واقعی اس صورت میں عقل درماندہ اور مستقبل بینی کے جوہر سے تہی دامن ہے کہ قرآن ہم مسلمانوں کی تعلیم وسیرت کا پہلے کی طرح حصہ نہیں رہا، جس کے نتیجے میں عقل جسم کی رہنمائی یعنی اُمت مسلمہ کی دنیاوی فلاح وبہبود وآزادی جیسے کاموں سے عاری ہے۔ لہٰذا ___ اے فخرِ وُلدِ آدم حضرت محمد ﷺ! میں نے اس حالت میں اپنی فکری مہار اور اُمت مسلمہ کے مستقبل کی منصوبہ بندی کی URGE اپنے دل کی ہتھیلی کے حوالے کردی ہے کہ انسان کا ضمیر اور نفس اچھے بُرے کی تمیز رکھتا ہے۔ اُمید ہے کہ صحیح رہنمائی کرے گا اسی لیے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضری کے لیے آمادہ سفر ہوگیا ہوں۔

پاکستان اور ترکی سمیت کسی بھی ملک کو افغانستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔ افغان عوام کو حق حاصل ہے کہ وہ جیسی چاہیں حکومت بنائیں: ایوب بیگ مرزا

طالبان کے لیڈر ملا عبدالغنی برادر نے افغانستان کے مستقبل کا ایک پورا روڈ میپ دیا ہے۔ اس کے مطابق افغانستان میں اسلامی نظام ہر صورت آئے گا جس میں تمام لوگوں کو کام کرنے کا موقع دیا جائے گا: رضاء الحق

میزبان: وسیم احمد

افغانستان، عمران خان اور طیب اردگان کے موضوع پر

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہارِ خیال

سوال: ترکی کے صدر طیب اردگان نے تجویز دی ہے کہ افغانستان سے امریکی فوج کے انخلا کے بعد کابل کے ہوائی اڈے اور اس کی طرف جانے والے راستوں پر پاکستان، ترکی اور ہنگری کی افواج کو تعینات کیا جائے۔ اس تجویز کا پس منظر کیا ہے؟

رضاء الحق: سب سے پہلے جب جی سیون ممالک کی کانفرنس میں طیب اردگان کی ملاقات جو بائیڈن کے ساتھ ہوئی تھی تو اس وقت طیب اردگان کی یہ تجویز سامنے آئی تھی کہ امریکی انخلا کے بعد کابل کے ہوائی اڈے اور اس کے راستوں پر ترکی، پاکستان اور ہنگری کی افواج کو تعینات کیا جائے۔ پھر انطاکیہ ڈپلومیسی فورم جس میں ہمارے وزیر خارجہ بھی گئے ہوئے تھے وہاں طیب اردگان نے اس بات کا دوبارہ اعادہ کیا۔ ابھی حال ہی میں نیٹو کا ایک سربراہی اجلاس ہوا وہاں بھی طیب اردگان نے یہی بات کی۔ اس کے بعد اب طیب اردگان نے اپنے آفس سے عالمی میڈیا کے سامنے یہ تجویز ایک بار پھر پیش کی ہے۔ ترکی نے کہا ہے کہ اگر امریکہ چاہتا ہے کہ اس کے انخلا کے بعد ہم افغانستان میں اس کی مدد کریں، خصوصاً کابل کے ہوائی اڈے اور اس کے راستوں سے امریکہ کو نکلنے میں مدد دیں تو ہمیں امریکہ سے تین چیزیں درکار ہوں گی:

1۔ ڈپلومیٹک سپورٹ

2۔ لاجسٹک سپورٹ

3۔ ہر قسم کی مالی سپورٹ

جہاں تک پاکستان کا معاملہ ہے تو اس حوالے سے پاکستان نے اپنا ردعمل دیتے ہوئے کہا کہ یہ معاملہ افغان طالبان کا اپنا ہے لہٰذا پاکستان کسی جنگ میں حصہ دار نہیں بنے گا البتہ پاکستان وہاں پر امن قائم کرنے کے لیے رول ادا کر سکتا ہے۔ بہر حال پھر ترکی، ایران اور افغان حکومت نے نئے سرے سے ایک کانفرنس کی اور اعلان کیا کہ ہم اس اتحاد میں شامل ہوں گے۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ درست نہیں ہے، ترکی اور پاکستان سمیت کسی بھی ملک کو افغانستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔ اس تجویز سمیت ترکی کے بہت سارے ایسے معاملات ہیں

مرتب: محمد رفیق چودھری

جو اسلام کے کاز کو آگے لے جانے والے نہیں ہیں، ان پر سوالیہ نشان ہیں۔ ہم ماضی میں اس سے صرفِ نظر کرتے رہے ہیں اور ترکی کو Benefit of doubt دیتے رہے ہیں۔ افغانستان جو ترکی سے اتنا دور ہے اور اپنی آزادی کے لیے جدوجہد کر رہا ہے اس کے خلاف کھڑا ہونا ترکی کے لیے مناسب نہیں تھا۔ حالانکہ ترکی 2023ء کے بعد خلافت یا سلطنت عثمانیہ کے احیاء کی باتیں بھی کر رہا ہے لیکن دوسری طرف اسرائیل کے ساتھ اس کی تجارت تقریباً پانچ بلین ڈالر تک پہنچ چکی ہے اور بڑے عرصے سے چلی آرہی ہے۔ اس کے علاوہ اس کے اسرائیل کے ساتھ بہت سارے معاہدے بھی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا میں جہاں مسلمانوں پر مظالم ہوتے ہیں ان کے خلاف سب سے زیادہ طیب اردگان ہی آواز بلند کرتے ہیں لیکن یہ صرف زبانی باتیں ہوتی ہیں، عمل اس کے خلاف ہوتا ہے۔ اگر اسرائیل کے مظالم کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں تو کم از کم اس کے ساتھ سفارتی اور تجارتی تعلقات میں کمی آنی چاہیے۔ پھر ترکی یورپی ممالک کے ساتھ بھی اچھے تعلقات استوار کرنا چاہتا ہے۔ کچھ عرصہ پہلے فرانس کے صدر میکران نے توہین رسالت کی تو اردگان نے اس کے خلاف سخت بیانات دیے اور اس سے ہاتھ بھی نہیں ملایا لیکن حالیہ نیٹو کے اجلاس میں اس کے ساتھ بڑی خوش مزاجی سے ملاقات کی۔ پھر ترکی واحد مسلم ملک ہے جو نیٹو کا ممبر ہے اور نیٹو یورپی یونین کی عسکری فوج ہے جس کے امریکہ کے ساتھ مفادات مشترکہ ہیں۔ وہ امریکہ کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے علاقوں میں حملے کرتے ہیں۔ ہمارے خیال میں جس طرح پرویز مشرف نے اپنے اقتدار کو بچانے کے لیے ”سب سے پہلے پاکستان“ کا نعرہ لگایا تھا اسی طرح ترکی بھی ”سب سے پہلے ترکی“ کا نعرہ لگا کر اپنے مفادات کو حاصل کرنا چاہتا ہے جس کی ہم مذمت کرتے ہیں۔ اپنی تجویز میں ترکی نے ہنگری کا نام اس لیے لیا کیونکہ اس کے اندر سلطنت عثمانیہ کی ذہنیت ابھی تک موجود ہے۔ تقریباً 1860ء تک آسٹریا ہنگری کی بہت بڑی ایمپائر ہوا کرتی تھی اور انہوں نے جنگ عظیم اول تک خلافت عثمانیہ کے ساتھ مل کر کام کیا تھا۔ اگر طیب اردگان ترکی کو یہاں ملوث کرتے ہیں تو پاکستان کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ ترکی کو یہ بات باور کرائے کہ افغانستان سمیت جہاں بھی مسلمانوں کے حقوق سلب کیے جا رہے ہیں وہاں آپ اگر عملی مدد نہیں کر سکتے تو کم از کم عملی مخالفت بھی نہ کریں۔

سوال: کیا یہ تجویز قابل عمل ہے؟

رضاء الحق: حقیقت میں یہ تجویز قابل عمل نہیں ہوگی۔ کیونکہ اگر ترکی یہ سمجھتا ہے کہ افغان طالبان ترک فوجوں

پر حملہ نہ کریں تو شاید یہ اس وقت تک ممکن ہو جب تک کہ ترک فوجی حملہ نہ کریں یا افغان طالبان کے کاز کو نقصان نہ پہنچائیں۔ لیکن جب ترکی امریکہ کے ساتھ مل کر افغان طالبان کے خلاف کارروائیوں میں ملوث ہو جائے گا یا کم از کم امریکی کاز کی مدد کرنا شروع کر دے گا تو پھر افغان طالبان کا ردِعمل ضرور آئے گا۔

سوال: افغان طالبان کی پیش قدمی کو روکنے میں ناکامی پر افغان آرمی چیف، وزیر دفاع اور وزیر داخلہ کو فارغ کر دیا گیا ہے۔ دوسری طرف اشرف غنی اور عبداللہ عبداللہ امریکی صدر جو بائیڈن سے ملاقات کرنے واشنگٹن جا رہے ہیں۔ آپ کو افغانستان کے حالات کیا رُخ اختیار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: موجودہ افغان حکومت امریکہ کی ایک کٹھ پتلی حکومت ہے جو امریکہ نے افغانستان پر مسلط کی ہوئی ہے۔ اصل ناکامی تو اس پوری حکومت کی ہے جس کے سربراہ اس وقت اشرف غنی اور عبداللہ عبداللہ ہیں۔ اب یہ ممکن نہیں کہ وہ یہ ناکامی اپنے کھاتے میں ڈال لیں لہٰذا ایسی ناکامی کچھ بڑے عہدیداروں پر ڈالی جاتی ہے۔ ایسا ہی ہوا کہ انہوں نے کچھ بڑے عہدیداروں کو برطرف کر کے اپنی غلطی کو چھپانے کی کوشش کی ہے۔ جہاں تک اشرف غنی اور عبداللہ عبداللہ کا امریکہ جانے کا معاملہ ہے تو میرے خیال میں ان کو اس لیے امریکہ بلایا گیا ہے کہ وہ بالکل حوصلہ نہ ہاریں۔ انہیں وہاں تھپکی دی جائے گی اور یقین دلایا جائے گا کہ ہم افغانستان سے ضرور جا رہے ہیں لیکن ہم آپ کی حکومت کا کم از کم کابل میں تحفظ یقینی بنائیں گے۔ پھر وہ وہاں پر پاکستان کی شکایتیں لگائیں گے کہ پاکستان افغان طالبان کی مدد کرتا ہے، پاکستان کے خلاف اقدام کرنے کے لیے کہا جائے گا اور امریکہ ان سے کہلوا دے گا کہ اصل میں یہ پاکستان کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ امریکہ کے صاحب اقتدار لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ امریکہ کو شکست نہیں ہوئی بلکہ پاکستان نے امریکہ کا دوست ہوتے ہوئے امریکہ سے غداری کی ہے، امریکہ کے خلاف افغان طالبان کو سپورٹ کیا ہے جس کی وجہ سے افغانستان میں یہ صورت حال پیدا ہوئی۔ یعنی وہ اپنی تمام تر ناکامیاں پاکستان پر ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ ان کا ماضی میں بھی وطیرہ رہا ہے۔ ویت نام کی جنگ میں ناکامی پر بھی امریکہ نے سارا ملبہ کمبوڈیا پر ڈال دیا تھا اور پھر کمبوڈیا کو تباہ کر دیا تھا۔ امریکہ کا نقطۂ نظر صرف یہ ہے کہ افغانستان میں امن نہیں ہونا چاہیے بلکہ وہاں انتشار رہنا چاہیے تاکہ اگر امریکہ وہاں سے نکل بھی جائے تو وہاں کوئی دوسرا ملک (خصوصاً چین) آنے کی کوشش نہ کرے۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ امریکہ کو کوئی شکست نہیں ہوئی، امریکہ کا افغانستان پر مستقل قبضہ کرنا مقصد ہی نہیں تھا۔ اصل میں امریکہ افغانستان کو ایک فساد اور انتشار کی جگہ بنانا چاہتا تھا تاکہ کوئی دوسری قوت وہاں نہ آئے اور وہ کہتے ہیں کہ اس میں امریکہ کامیاب ہے۔ جب افغانستان میں فساد ہوگا تو چین یا کوئی امریکہ دشمن قوت وہاں نہیں آسکے گی اور ہم وسطی ایشیا کے قدرتی وسائل کو دوسری قوت سے بچالیں گے۔ امریکہ جو مذاکرات کرتا ہے کیا وہ امن کے لیے کرتا ہے؟ وہ باقاعدہ پلان کے تحت ایسے مذاکرات کرتا ہے

> **امریکہ کے صاحب اقتدار لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ امریکہ کو شکست نہیں ہوئی بلکہ پاکستان نے امریکہ کا دوست ہوتے ہوئے امریکہ سے غداری کی ہے۔**

جنہیں اس نے آخر میں سبوتاژ کرنا ہوتا ہے۔ مقصد یہی ہے کہ فساد، شر، انتشار اس علاقے میں جاری رہے اور کوئی دوسری قوت اس طرف رخ نہ کرے اور اسی مقصد کے لیے اشرف غنی اور عبداللہ عبداللہ کو وہاں بلایا گیا ہے۔

سوال: تازہ ترین اطلاعات کے مطابق افغان طالبان تقریباً پورے افغانستان میں افغان فوج کے ساتھ برسرپیکار ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ امریکیوں کی مدد کے بغیر افغان فوج پانچ دن بھی نہیں نکال سکتی۔ یہ فرمائیے کہ خانہ جنگی کی طرف بڑھتے ہوئے افغانستان میں قیام امن کے لیے بھرپور جنگ ہی واحد آپشن ہے یا مذاکرات بھی کارگر ثابت ہو سکتے ہیں؟

رضاء الحق: اس وقت افغان طالبان نے اپنے حملوں میں بہت زیادہ شدت اختیار کر لی ہے۔ ان کی جارحانہ جنگی پالیسی کا نتیجہ ہے کہ اس وقت کابل کے اردگرد تقریباً تمام علاقوں میں جنگ جاری ہے۔ امریکہ طالبان معاہدہ میں طے ہوا تھا کہ امریکہ اب افغان طالبان پر فضائی حملے نہیں کرے گا۔ لیکن امریکہ اس معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے باقاعدہ فضائی حملوں سے افغان حکومت کو سپورٹ کر رہا ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ امریکہ اگر مکمل انخلا کر لے اور منہ موڑ لے تو پھر افغان حکومت کی کوئی حیثیت نہیں رہے گی اور افغان طالبان سرعت کے ساتھ پورے افغانستان پر قبضہ کر لیں گے۔ امریکہ بھی یہ بات جانتا ہے یہی وجہ ہے پینٹاگون کے ترجمان جان کربی نے کہا ہے کہ ہم اپنی فوجوں کا انخلا slow down کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ وہ بتاتے ہیں کہ طالبان نے کارروائیاں تیز کر دی ہیں جس کی وجہ سے وہاں وائلنس زیادہ بڑھ گیا ہے۔ حالانکہ امریکہ جب حملے کرتا ہے اور کسی جگہ پر قبضہ کرتا ہے تو کیا وہ بغیر وائلنس کے کرتا ہے؟ بہرحال یہ سب کچھ امریکہ کے بہانے ہیں۔ جہاں تک مذاکرات کی بات ہے تو دوحہ آفس میں موجود طالبان کے لیڈر ملا عبدالغنی برادر نے افغانستان کے مستقبل کا ایک پورا روڈ میپ دیا ہے۔ اُن کے مطابق افغانستان میں اسلامی نظام ہر صورت میں آئے گا جس میں تمام لوگوں کو کام کرنے کا موقع دیا جائے گا۔ غیر ملکی افواج کو نکال باہر کیا جائے گا۔ جو لوگ طالبان کے خلاف تھے اور افغان حکومت کے ساتھ تھے ان کو بھی خوش آمدید کہا جائے گا بشرطیکہ وہ اپنے ہتھیار ڈال دیں۔ یہ سارے معاملات مصالحت اور مذاکرات سے ہی طے ہوں گے۔ اس کے ساتھ انہوں نے کہا کہ ضروری ہے کہ امریکہ یہاں سے نکل جائے اور ہم پھر دوبارہ نیشن بلڈنگ کی طرف آئیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ اگر کوئی ہمسایہ ملک افغانستان کی ترقیاتی مدد کرنا چاہتا ہے تو ہم اس کو خوش آمدید کہیں گے لیکن افغانستان کے زمینی حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے وہ ہماری مدد کر سکتا ہے۔ کیونکہ افغانستان میں طالبان کی پالیسی کے مطابق ہی عمل ہوگا۔ یہ ان کا اشارہ شاید ترکی کی طرف تھا۔ پھر انہوں نے کہا کہ افغانستان میں جو این جی اوز اور تعلیمی سرگرمیاں چل رہی ہیں ہم ان کو ختم تو نہیں کریں گے لیکن ان کو اسلامک پیراڈائم میں ساتھ لے کر چلیں گے۔ انہوں نے خواتین کے حقوق کی تحفظ کی بات کی کہ جو ان کا اسلامی معاشرے کے اندر کردار ہو سکتا ہے وہ پورا ادا کریں گی۔ بہرحال مذاکرات جاری رہ سکتے ہیں لیکن افغان طالبان اپنے اصولوں پر کوئی سمجھوتہ نہیں کریں گے جس کے لیے وہ بیس سال سے جدوجہد کر رہے ہیں۔

سوال: امریکی جارحیت کے خلاف بیس سالہ جدوجہد کے بعد اس وقت افغانستان اپنے مستقبل کے حوالے سے دوراہے پر کھڑا ہے۔ ہمارے وزیراعظم صاحب کا کہنا ہے کہ ”اگر افغان طالبان مکمل فتح کے لیے سرگرم ہوئے تو

بڑا خون خرابہ ہوگا‘‘ عمران خان مستقبل میں کیسا افغانستان دیکھنا چاہتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: ہم تو اس بات کے حق میں ہیں کہ پاکستان سمیت کسی بھی ملک کو افغانستان کے اندرونی معاملات سے کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیے۔ وہاں کون حکومت بناتا ہے، کون نہیں بناتا، یہ افغانستان کا اندرونی معاملہ ہے اور اس کا فیصلہ کرنے کا اختیار افغان عوام کے پاس ہی ہونا چاہیے۔ افغان طالبان خود اگر افغان حکومت سے یا کسی سے بھی مشاورت کرتے ہیں تو وہ ان کا حق ہے لیکن کوئی باہر کی قوت چاہے وہ ترکی ہو، پاکستان ہو یا کوئی اور ہو اس کو یہ حق نہیں ہے کہ افغان طالبان کو اس طرح کا کوئی مشورہ دے۔ جہاں تک عمران خان کے بیان کا معاملہ ہے تو ان کا یہ بیان سیاق وسباق سے ہٹ کر میڈیا پر آیا ہے۔ وزیراعظم سے جب پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: ’’میں افغان طالبان کا ترجمان نہیں ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ افغان طالبان خود اپنے بارے میں فیصلہ کرنے کا حق رکھتے ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ اگر انہوں نے مکمل فتح حاصل کرنے کی کوشش کی تو بڑا خون خرابہ ہوگا۔‘‘ یعنی انہوں نے کہا کہ اصل حق تو افغان طالبان کا ہے اور یہ کہ میں ان کا نمائندہ نہیں ہوں۔ یہ جملہ کہنے کے بعد یہ بیان عمران خان کا ذاتی خیال بن جاتا ہے کہ اگر ایسا ہوا تو ایسا ہوگا۔ بہرحال ہم پھر بھی یہ کہیں گے کہ ان کو یہ بات نہیں کہنی چاہیے تھی۔ کیونکہ خون خرابہ تو جنگ کا حصہ ہے۔ پھر یہ کہ مکمل فتح کے بغیر کام کیسے چلے گا؟ ہمارے نزدیک افغان طالبان کی مکمل فتح کا مطلب ہے کہ افغانستان میں مکمل طور پر اسلامی نظام قائم ہو جائے اور یہی چیز تو اصل مطلوب ہے کیونکہ اسلامی نظام میں کسی قسم کی ملاوٹ یا کوئی دوسری شے پیوستہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا افغان طالبان کو اپنی مکمل فتح ہی کی طرف بڑھنا چاہیے۔ اگر انہیں مکمل فتح نہیں ہوتی تو پھر انہیں مصالحت کرنی پڑے گی جو کہ مکمل اسلامی نظام میں رکاوٹ بنے گی۔ لہٰذا انہیں کسی قسم کا کوئی سمجھوتہ ہرگز نہیں کرنا چاہیے سوائے ایسی مصالحت کے جس کی شریعت اجازت دیتی ہو یا جو ان کے ہدف کو تبدیل نہ کردے۔ ان کا ہدف اسلامی نظام اور اسلامی حکومت ہے۔ اس کے بعد وہ کوئی پارلیمانی یا شورائی نظام قائم کرتے ہیں یہ ان کا حق ہے۔ کسی کو ان کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔ لیکن یہ اس وقت تک واقعتاً ممکن نہیں ہے جب تک افغان طالبان مکمل فتح حاصل نہیں کرتے۔

سوال: بھارت افغان طالبان کی کامیابی دیکھتے ہوئے اُن سے رابطہ قائم کر رہا ہے۔ ماضی میں افغان طالبان کی شدید مخالفت کے بعد کیا افغان طالبان اُن سے بات کرنا پسند کریں گے؟

رضاء الحق: افغانستان کی سرزمین انڈیا کے لیے بہت اہمیت رکھتی ہے اسی لیے اس نے پہلے بھی وہاں پر انوسٹمنٹ کی ہوئی تھی۔ اس کے وہاں پر stakes بہت ہیں کیونکہ سنٹرل ایشیا تک رسائی، چین سے نبرد آزما ہونے اور پھر پاکستان پر حملے کرنے کے لیے افغان سرزمین اس کے لیے بہت اہم ہے۔ اسی لیے انڈیا نے کوشش کی جس کے مظاہر ہمارے سامنے آئے۔ ہندوستان ٹائمز اور ان کی سرکاری شخصیات نے یہ باتیں کرنا شروع کردیں کہ ہم افغان طالبان سے رابطہ کر رہے ہیں۔ دوسری طرف افغان طالبان کے نمائندے سہیل شاہین اور ذبیح اللہ مجاہد نے بیانات دیے کہ ہمارا یعنی افغان طالبان کا ایسا پلان نہیں ہے کہ انڈیا کے ساتھ تعلقات استوار کریں۔ یہ سارا پروپیگنڈا ہے۔ یعنی انہوں نے categoricaly deny کر دیا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ انڈیا آخر ایسا کیوں کر رہا ہے؟ اس حوالے سے پہلی بات یہ ہے کہ چونکہ افغان طالبان جیت رہے ہیں لہٰذا انڈیا چاہتا ہے کہ پوری دنیا کے اندر یہ تاثر جائے کہ میں ان کے قریب ہو رہا ہوں۔ دوسرا مقصد یہ ہوسکتا ہے کہ ایسا پروپیگنڈا پھیلا کر مسلمانوں کو افغان طالبان سے متنفر کیا جائے۔ خصوصاً پاکستانی مسلمانوں کے اندر یہ تاثر پھیلے کہ چونکہ افغان طالبان کے بھارت کے ساتھ تعلقات ہیں اس لیے ان سے دور رہنا چاہیے اور ان کی مدد نہیں کرنی چاہیے۔ جھوٹا پروپیگنڈا پھیلانا بھارت کا پرانا وطیرہ ہے لیکن وہ بھول رہا ہے کہ یہ پہاڑی سلسلہ ہندوکش ہے جہاں ہمیشہ ہندو کو شکست ہوئی ہے۔

ایوب بیگ مرزا: درحقیقت انڈیا آج بھی چانکیہ فلاسفی پر قائم ہے کہ ہمسائے سے دشمنی رکھو، ہمسائے کے ہمسائے سے دوستی کرو۔ یعنی اپنے ہمسائے پاکستان اور چین سے دشمنی اور ان کے ہمسائے افغانستان سے دوستی۔ چھپ کر وار کرنا، چھپ کر سازشیں کرنا ہندو ذہنیت کا لازمی جز ہے۔

سوال: عمران خان نے امریکہ کو اڈے دینے سے صاف انکار کیوں کیا؟

ایوب بیگ مرزا: یہ بڑا جرأت مندانہ فیصلہ ہے۔ اس سے قبل ہم نے یہ بھی دیکھا کہ جب امریکہ نے ایبٹ آباد آپریشن کیا اور اسامہ بن لادن کو مارنے کا ڈراما کیا تو اس وقت کے پاکستانی وزیراعظم نے اسے اپنی فتح قرار دیا۔ حالانکہ یہ کردار تو میر جعفر اور میر صادق کا تھا کہ اپنے ملک پر حملہ ہو رہا ہے اور آپ اس کو فتح قرار دے رہے ہیں۔ پھر حسین حقانی جو ان سب کا گرو ہے اس نے مضمون لکھا جس میں اس نے امریکہ کی بہت تعریفیں کیں۔ اندازہ کیجیے کہ دشمن نے ہماری ذلت کا معاملہ کیا اور آپ اس کو وکٹری کہہ رہے ہیں۔ اسی طرح پہلے ہماری حکومتیں دشمن کے پلان میں شامل ہوتی تھیں کہ آپ ڈرون حملے کریں، ہم پارلیمنٹ میں شور مچائیں گے لیکن آپ اس کی فکر نہ کریں اور ڈرون حملے کرتے چلے جائیں۔ تقریباً 453 ڈرون حملے پاکستان کے اندر ہوئے۔ ہمارے حکمرانوں کا پہلے یہ طرزِ عمل تھا۔ اس طرزِ عمل کو بدلنے کی ضرورت تھی۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس کو بدلا گیا اور جولائی 2018ء کے بعد آج تک کوئی ڈرون حملہ نہیں ہوا اور وزیراعظم عمران خان نے امریکہ کو اڈے دینے سے بھی صاف انکار کر دیا ہے۔ اللہ کرے یہ طرزِ عمل اب قائم رہے۔

قارئین پروگرام ’’زمانہ گواہ ہے‘‘ کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

ضرورت رشتہ

☆ اردو سپیکنگ فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 26 سال، تعلیم بی کام، ویب ڈیزائز، قد "5'.9، ذاتی مکان کے لیے خالص دین دار، ہم پلہ رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0300-9252091

☆ لاہور میں رہائش پذیر شیخ، اردو سپیکنگ فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 28 سال، تعلیم ماسٹرز پبلک ایڈمنسٹریشن، قد "5'.4، صوم وصلوٰۃ اور پردہ کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ اور برسرِ روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0345-4556646

حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا

فرید اللہ مروت

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کا شمار انصار کے سابقین اوّلین میں ہوتا ہے۔

نام ونسب

ان کا نام نسیبہ ہے۔ لیکن یہ اپنی کنیت ام عمارہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ مشہور ہیں۔ سلسلۂ نسب یہ ہے: نسیبہ بنت کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن بن نجار۔ آپؓ کا تعلق خاندان نجار سے تھا۔ حضور ﷺ کی پردادی سلمیٰ حضرت عبدالمطلب کی والدہ اور ہاشم بن عبدِ مناف کی اہلیہ کا تعلق بھی خاندان نجار مدینہ سے تھا۔ ان کی والدہ رباب بنت عبداللہ قبیلہ خزرج میں سے تھیں۔ ہجرت سے تقریباً چالیس سال قبل ان کی ولادت مدینے میں ہوئی۔

نکاح اور اولاد

اُن کا نکاح ان ہی کے چچازاد بھائی زید بن عاصم کے ساتھ ہوا۔ اُن سے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ عبداللہ اور حبیب۔ زید بن عاصم رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد ان کا دوسرا نکاح انہی کے قبیلے کے ایک شخص عربہؓ بن عمرو سے ہوا۔ ان سے ایک بیٹا تمیم اور ایک بیٹی خولہ پیدا ہوئی۔

قبول اسلام

جب آنحضرت ﷺ کو نبوت عطا ہوئی اور آپؐ نے لوگوں کو اسلام کی طرف بلانا شروع کیا تو مکے کے اکثر لوگ دشمن ہو گئے اور انہوں نے اسلام کی سخت مخالفت شروع کی۔ جو لوگ مسلمان ہوتے تھے ان کو تکلیفیں پہنچاتے تھے۔ اُن کی ایذا رسانی کی وجہ سے کوئی مسلمان مکے میں مشکل سے ٹھہر سکتا تھا۔ چنانچہ آپؐ سب کو حبشہ کی طرف بھیج دیا کرتے تھے، کیونکہ وہاں کا بادشاہ مسلمانوں کو کسی قسم کی تکلیف دینے کے حق میں نہیں تھا۔

بڑے بڑے بازاروں اور مجمعوں میں جہاں عرب کے تمام قبائل جمع ہوتے تھے، حضور ﷺ لوگوں کے سامنے اسلام کو پیش کرنے لگے۔ یہ خواہش بھی تھی کہ اگر کوئی دوسرا قبیلہ اسلام کی حمایت کے لیے آمادہ ہو جائے تو آپ مکہ والوں کو چھوڑ کر انہیں میں جا ملیں۔

اتفاق سے ایک سال مدینے کے چھ آدمی آپؐ کا وعظ سن کر مسلمان ہو گئے۔ دوسرے سال اُن میں مزید چھ کا اضافہ ہو گیا۔ اب حضور ﷺ نے ایک صحابی کو جن کا نام مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھا مسلمانوں کے ساتھ مدینے کو روانہ کر دیا کہ وہاں قرآن کی تعلیم دیں۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ اور ان بارہ مسلمانوں کی کوشش سے مدینے کے بڑے بڑے سردار اسلام لائے اور بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔ ان اسلام لانے والوں میں حضرت اُم عمارہؓ اور ان کا گھرانہ بھی شامل تھا۔

بیعت عقبہ میں شرکت

تیسرے سال مدینے سے 75 مسلمان مکے پہنچے۔ مشرکوں کے خوف سے حج کے دو تین دن کے بعد رات کو پچھلے پہر ایک پہاڑی کی گھاٹی میں یہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے ملے۔ وہاں حضور ﷺ کے ہاتھ پر ان سب لوگوں نے بیعت کی۔ اور یہ عہد و پیمان ہوا کہ ”حضور ﷺ مدینے تشریف لے چلیں، ہم جان و مال اور اولاد سب کچھ اللہ کے دین کی مدد میں قربان کریں گے۔ اسی کو ”بیعت عقبہ“ کہتے ہیں۔ جو لوگ اس میں شریک تھے۔ اُن کا درجہ تمام انصار میں بلند ہے۔ اس بیعت میں دو عورتیں بھی تھیں۔ ایک توام عمارہؓ اور دوسری حضرت اسماءؓ بنت عمرو تھیں۔

اس عہد و پیمان کے مطابق آنحضرت ﷺ مکے سے ہجرت کر کے مدینے چلے آئے۔ کفار مکہ نے یہاں بھی چین نہ لینے دیا۔ کئی بار چڑھائی کر کے لڑائیاں کیں۔ سب سے پہلے 2ھ میں بدر کی لڑائی ہوئی۔ جس میں مکے کے بڑے بڑے سردار مارے گئے۔ کفار نے بدلہ لینے کے لیے جنگ احد کی تیاری شروع کی۔

جنگ احد میں شرکت

مدینے سے دو تین میل کے فاصلے پر ایک پہاڑ ہے جس کا نام اُحد ہے، اس کے دامن میں 3ھ میں جنگ احد کا واقعہ پیش آیا۔ اس جنگ میں 3 ہزار کفار کے مقابلہ میں 7 سو مسلمان تھے۔ جنگ میں مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا۔ صحابہ کرامؓ نے ایسی پامردی و جانبازی سے لڑائی لڑی کہ مشرکین کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ جبل رماۃ پر 50 تیر اندازوں نے مسلمانوں کے دفاع میں اہم رول ادا کیا اور مشرکین کے تین حملے پسپا کیے۔ جنہیں حضور ﷺ نے جنگ کے اختتام تک جمے رہنے کا حکم دیا تھا۔ مشرکین حواس باختہ ہو کر بھاگے تو مسلمانوں نے مال غنیمت اکٹھا کرنا شروع کیا۔ تیر اندازوں میں سے چالیس کو حضور ﷺ کے حکم کے حوالے سے اختلاف ہو گیا کہ آپؐ نے تو شکست کی صورت میں جمے رہنے کا کہا تھا۔ انہوں نے اپنے امیر کی حکم عدولی کی اور مال غنیمت اکٹھا کرنے میں مصروف ہوئے۔ مشرکین کے کمانڈر خالد بن ولید نے پہاڑی کے عقب سے اسلامی لشکر پر دھاوا بول دیا۔ اور مسلمانوں کی یقینی فتح شکست میں تبدیل ہو گئی۔ سرور کائنات کے عمِ محترم امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور بہت سے مسلمان شہید ہو گئے۔

اس سخت وقت میں حضور ﷺ کے اردگرد زخموں سے چور قریش سے تعلق رکھنے والے دو صحابہ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، اُم عمارہ رضی اللہ عنہا، ان کے دونوں بیٹے عبداللہ اور حبیب اور اُن کے شوہر عربہ بن عمرو رضی اللہ عنہم تھے۔

جنگ احد کی کہانی، حضرت اُمّ عمارہؓ کی زبانی

ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے کہا ”میں اپنے کندھے پر مشک لیے ہوئے پیاسوں کو پانی پلا رہی تھی۔ یکا یک مسلمانوں نے شکست کھائی۔ اور ان کے قدم اُکھڑ گئے۔ کفار نے چاروں طرف سے سخت حملہ کیا۔ میں نے اسی وقت مشک پھینکی اور ایک تلوار اٹھا کر آنحضرت ﷺ کی حفاظت کے لیے کھڑی ہو گئی۔ میرے پاس ڈھال نہ تھی۔ کسی پلٹ کر جانے والے کی طرف حضور ﷺ نے اشارہ کیا۔ وہ اپنی ڈھال پھینکتا گیا۔ میں دشمنوں کے تیروں اور تلواروں کو اسی ڈھال پر روکنے لگی۔ مصیبت یہ تھی کہ ہم پیدل تھے اور دشمن سواریوں پر۔ اگر وہ بھی ہماری طرح پیدل ہوتے تو ہم بآسانی سے اُن سے بھگت لیتے۔ سوار اپنی پوری قوت سے ہمارے اوپر حملہ کرتے۔ ان کا روکنا بہت دشوار تھا میں نے تو یہ ترکیب نکالی کہ جب کوئی سوار وار کرتا تو اس کو روک لیتی اور جوں ہی وہ آگے بڑھتا۔ پیچھے سے ایک ایسا وار کرتی کہ اس کے گھوڑے کا پاؤں کٹ جاتا اور وہ مع سوار کے گر پڑتا۔ یہ دیکھ کر نبی ﷺ میرے بیٹے عبداللہ کو زور سے آواز دیتے کہ اپنی ماں کی مدد کر۔ وہ فوراً آجاتا اور میں اور وہ دونوں مل کر اس سوار کا خاتمہ کر دیتے۔“

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کی زبانی روایت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ”میں اور میری ماں دونوں رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کر رہے تھے۔ میں دوسری طرف مشغول تھا کہ ایک مشرک نے پیچھے سے آ کر

میرے بازو پر ایک تلوار ماری۔ زخم بہت کاری پڑا۔ میں نے مڑ کر اس پر حملہ کیا لیکن وہ سیدھا نکل گیا۔ میں لڑ رہا تھا۔ مگر میرا خون نہیں بند ہو رہا تھا۔ حضور ﷺ نے ام عمارہ ؓ کو حکم دیا کہ اس کے زخم پر پٹی باندھو۔ وہ اپنے ساتھ اسی غرض کے لیے بہت سی پٹیاں لائی تھیں۔ فوراً ایک پٹی نکال کر خوب مضبوط باندھی اور بولیں کہ بیٹا! اٹھو اور لڑو۔ میں خون کے نکلنے سے بہت کمزور ہو گیا تھا اُٹھنے کی طاقت نہیں تھی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے ام عمارہ ؓ ہر شخص میں وہ طاقت کہاں ہوتی ہے جو تجھ میں ہے۔ اتنے میں وہ شخص جس نے مجھے زخمی کیا تھا پھر پلٹ کر اسی طرف آیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ اے ام عمارہ ؓ! دیکھ وہی شخص آ رہا ہے جس نے عبد اللہ کو زخمی کیا ہے، ام عمارہ ؓ نے لپک کر اُس پر تلوار کا وار کیا۔ اس کی ایک پنڈلی صاف کٹ گئی اور وہ اسی جگہ دھم سے گر پڑا۔ پھر اُنہوں نے آگے بڑھ کر اس کا سر کاٹ لیا۔

حضور ﷺ مسکرائے اور فرمایا کہ ام عمارہ ؓ اللہ تعالیٰ نے بڑا تازہ بدلہ تجھ کو عطا کیا۔''

کئی گھنٹے تک یہی حالت رہی۔ حضرت ام عمارہ ؓ کے زخموں کا کچھ شمار نہ تھا لیکن وہ ذرا بھی ان زخموں کی پرواہ نہیں کرتی تھیں اور برابر چستی اور چالاکی کے ساتھ حضور ﷺ کی حفاظت میں مشغول تھیں۔

اسی درمیان میں کسی کافر نے ایک پتھر پھینک مارا۔ جس سے سرور کائنات کا بھی نیچے کا لب زخمی ہو گیا اور نیچے کے سامنے کے دو دانتوں میں سے داہنا دانت شہید ہو گیا۔ پھر ایک کافر نے جس کا نام ابن قمیہ تھا اور جو بہت بہادر اور مشہور سوار تھا آپ ﷺ پر تلوار کا وار کیا جس سے خود کے دو حلقے رخسار مبارک میں کھب گئیں حضرت ابی عبیدہ ؓ بن جراح نے ان حلقوں کو نکالا۔ رخسار مبارک سے خون کے قطرے ٹپکنے لگے۔ یہ دیکھ کر حضرت ام عمارہ ؓ نے بے تابی کے ساتھ اُچھل کر ابن قمیہ پر حملہ کیا۔ اُس نے ان کو مونڈھے پر ایک تلوار ماری جس سے ایک بڑا گہرا زخم آیا۔ باوجود اس زخم لگنے کے بھی حضرت ام عمارہ ؓ نے اس پر تلوار کے پے در پے کئی وار کیے لیکن وہ دشمن خدا دو زرہیں پہنے ہوئے تھا۔

حضور ﷺ کی تعریف

ابن قمیہ تو بھاگ گیا، لیکن حضرت ام عمارہ ؓ کو بڑا کاری زخم لگا تھا۔ خون میں لت پت ہو گئیں۔ حضور ﷺ نے اپنے سامنے کھڑے ہو کر اُن کے زخم پر پٹی بندھوائی اور فرمایا کہ واللہ ام عمارہ ؓ کا آج کا کارنامہ فلاں فلاں (چند بہادر صحابہ ؓ کے نام لے کر) کے کارناموں سے بہت بڑھ کر ہے۔

جنت میں حضور ﷺ کی رفاقت کی تمنا

ام عمارہ ؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے لیے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے ہمراہ مجھ کو جنت میں داخل کرے۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی۔ ام عمارہ ؓ نے کہا کہ بس اس کے بعد دنیا میں جو مصیبت چاہے میرے سر پر گزر جائے مجھے ذرا بھی پرواہ نہیں۔

میدان جنگ میں کچھ مسلمانوں کے قدم اُکھڑ گئے تھے اور بعض مدینہ کی طرف بھاگنے لگے۔ ام ایمن ؓ نے مسلمانوں کو غیرت دلائی تو واپس پلٹے اور میدان میں جم گئے۔ ظہر کے وقت لڑائی ختم ہو گئی۔ حضرت ابوبکر ؓ، حضرت عمر ؓ اور بڑے بڑے صحابہ ؓ کے ساتھ آپ ﷺ پہاڑ پر گئے، وہاں نماز پڑھائی، پھر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔

حضور ﷺ کو ام عمارہ ؓ کا بڑا خیال تھا۔ آنے کے ساتھ ہی عبد اللہ بن کعب ؓ کو ان کے دیکھنے کے لیے بھیجا۔ معلوم ہوا کہ اب حالت اچھی ہے۔ زخم مہلک نہیں ہے۔ تب آپ ﷺ کو اطمینان ہوا۔ پورے ایک سال تک علاج کرنے کے بعد یہ زخم اچھا ہوا۔ جنگ احد کے بعد واقعہ حدیبیہ، خیبر اور حنین کی لڑائیوں میں بھی ام عمارہ ؓ نے آنحضرت ﷺ کے ہمراہ شرکت کی۔

اہل یمامہ کا سردار مسیلمہ کذاب بڑا جابر شخص تھا۔ پہلے تو مسلمان ہوا۔ پھر دنیا کے لالچ میں مرتد ہو گیا۔ اس کے قبیلے میں تقریباً چالیس ہزار آدمی تھے۔ اس نے اپنی اس طاقت کے گھمنڈ میں آ کر نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اور سب سے اپنے آپ کو نبی کہلوانا شروع کیا۔ جو نہ کہتا اس کو طرح طرح کی سزائیں دیتا۔

آپ ؓ کا بیٹا پہلا شہید ختم نبوت

حضرت ام عمارہ ؓ کے بیٹے حضرت حبیب ؓ عمان سے مدینہ منورہ کو آ رہے تھے۔ مسیلمہ نے راستے سے ان کو پکڑوا لیا۔ اور کہا کہ تم گواہی دیتے ہو کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، انہوں نے کہا کہ ہاں، اُس نے کہا، نہیں۔ یہ گواہی دو کہ مسیلمہ رسول اللہ ہے۔ انہوں نے کہا۔ ہرگز نہیں تب اُس نے اُن کا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا۔ الغرض پھر پاؤں کاٹے۔ رانیں کاٹ ڈالیں۔ لیکن انہوں نے اس کذاب کی نبوت کا اقرار نہ کیا اور جان دے دی۔ حضرت ام عمارہ ؓ نے جب یہ واقعہ سنا تو کلیجہ تھام کے رہ گئیں اور اپنے دل میں ٹھان لیا کہ اگر مسلمانوں نے لشکر کشی کی تو اس مرتد ظالم کو میں ان شاء اللہ خود اپنی تلوار سے جہنم رسید کروں گی۔

جنگ یمامہ میں شرکت

حضرت ابوبکر ؓ نے جب مسیلمہ کذاب کے حالات سنے تو حضرت خالد بن ولید ؓ کو چار ہزار فوج کے ساتھ اس کے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔ حضرت ام عمارہ ؓ، حضرت ابوبکر ؓ کے پاس گئیں اور ان سے اجازت چاہی کہ اس لڑائی میں مجھے بھی جانے دیجیے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم تمہاری بہادری اور جرأت بہت اچھی طرح دیکھ چکے ہیں۔ اس لیے تم شوق سے جاؤ ہم تم کو روک نہیں سکتے۔

مسیلمہ کذاب نے بڑا سخت مقابلہ کیا اور بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ قدم قدم پر لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ بارہ سو مسلمان شہید ہو گئے اور آٹھ نو ہزار کافر مارے گئے۔ اس کش مکش اور ہنگامہ میں حضرت ام عمارہ ؓ نے اپنی نگاہ کے سامنے مسیلمہ کو رکھ لیا۔ جنگی بہادروں کو اپنے سامنے سے ہٹاتی برچھی کی نوک اور تلوار کی دھار سے اپنا راستہ نکالتی ہوئی دشمن کی فوج میں گھستی چلی جا رہی تھیں۔ نیزے اور تلوار کے گیارہ زخم لگے اور جب مسیلمہ کے بالکل قریب پہنچ گئیں تو کلائی پر سے ایک ہاتھ بھی کٹ گیا۔ لیکن مطلق پرواہ نہ کی اور آگے بڑھتی تھیں کہ مسیلمہ پر وار کریں۔ اتنے میں کیا دیکھتی ہیں کہ ایک ساتھ اس پر دو تلواریں پڑیں اور وہ کٹ کر گھوڑے سے گر پڑا۔ انہوں نے دیکھا تو اُن کے بیٹے عبد اللہ کھڑے ہیں۔ پوچھا کہ تو نے اس کو قتل کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ایک تلوار میری پڑی ہے۔ دوسری وحشی ؓ کی (یہ وحشی وہ ہے جس نے اپنی کفر کی حالت میں جنگ احد میں حضرت امیر حمزہ ؓ کو شہید کیا تھا) اب معلوم نہیں کہ کس کے وار سے وہ مرا ہے۔ یہ دیکھ کر ام عمارہ ؓ اسی وقت سے سجدہ میں گر گئیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کیا۔

جب حالت کچھ ٹھیک ہو گئی تو عبد اللہ ان کو مدینے میں لائے خود خلیفہ وقت حضرت ابوبکر ؓ ان کو دیکھنے کے لیے ان کے گھر آتے تھے۔

حضرت عمر فاروق ؓ کا خراج تحسین

حضرت عمر ؓ خلیفہ دوم کے زمانے میں ایک مرتبہ مال غنیمت میں چند بیش قیمت کپڑے آئے۔ ان میں سے ایک دوپٹہ مزرکش نہایت قیمتی تھا۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا کہ میں تمام لوگوں میں سب سے زیادہ اس کا حقدار اُم عمارہ ؓ کو سمجھتا ہوں۔ چنانچہ انہیں کے پاس اس کو بھیج دیا۔

وفات

حضرت ام عمارہ ؓ کے سال رحلت کے بارے میں تمام تاریخیں خاموش ہیں۔ البتہ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ؓ نے حضرت عمر فاروق ؓ کے دور خلافت میں وفات پائی اور جنت البقیع میں تدفین ہوئی۔

ذوالحجہ کا پہلا عشرہ اور قربانی کے احکام و مسائل

ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی

ماہِ ذوالحجہ کا پہلا عشرہ:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم سورۃ الفجر آیت نمبر 2 میں ذوالحجہ کی دس راتوں کی قسم کھائی ہے ﴿وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ﴾ جس سے معلوم ہوا کہ ماہ ذوالحجہ کا ابتدائی عشرہ اسلام میں خاص اہمیت کا حامل ہے۔ حج کا اہم رکن: وقوف عرفہ اسی عشرہ میں ادا کیا جاتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کے خاص فضل وکرم کو حاصل کرنے کا دن ہے۔ غرض رمضان کے بعد ان ایام میں اُخروی کامیابی حاصل کرنے کا بہترین موقع ہے۔ لہٰذا ان میں زیادہ سے زیادہ اللہ کی عبادت کریں، اللہ کا ذکر کریں، روزہ رکھیں، قربانی کریں۔ احادیث میں ان ایام میں عبادت کرنے کے خصوصی فضائل وارد ہوئے ہیں جن میں سے چند احادیث ذکر کر رہا ہوں:

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کوئی دن ایسا نہیں ہے جس میں نیک عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں ان دس دنوں کے عمل سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو۔'' (صحیح بخاری)

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک عشرۂ ذوالحجہ سے زیادہ عظمت والے دوسرے کوئی دن نہیں ہیں، لہٰذا تم ان دنوں میں تسبیح وتہلیل اور تکبیر وتحمید کثرت سے کیا کرو۔ (طبرانی) ان ایام میں ہر شخص کو تکبیر تشریق پڑھنے کا خاص اہتمام کرنا چاہئے، تکبیر تشریق کے کلمات یہ ہیں: اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

عرفہ کے دن کا روزہ:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عرفہ کے دن کے روزے کے متعلق میں اللہ تعالیٰ سے پختہ امید رکھتا ہوں کہ وہ اس کی وجہ سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہوں کو معاف فرمادیں گے۔ (صحیح مسلم) مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ عرفہ کے دن کا ایک روزہ ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہوں کی معافی کا سبب بنتا ہے۔ لہٰذا 9 ذوالحجہ کے دن روزہ رکھنے کا اہتمام کریں۔

قربانی کی حقیقت:

قربانی کا عمل اگرچہ ہر امت کے لیے رہا ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ''ہم نے ہر امت کے لیے قربانی مقرر کی تاکہ وہ چوپائیوں کے مخصوص جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے۔'' (سورۃ الحج: 34) لیکن حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی اہم وعظیم قربانی کی وجہ سے قربانی کو سنت ابراہیمی کہا جاتا ہے اور اسی وقت سے اس کو خصوصی اہمیت حاصل ہوگئی۔ چنانچہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی عظیم قربانی کی یاد میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر حضور اکرم ﷺ کی اتباع میں جانوروں کی قربانی کی جاتی ہے جو قیامت تک جاری رہے گی ان شاء اللہ۔ اس قربانی سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہم اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں اپنی جان ومال اور وقت ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار ہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر سو اونٹوں کی قربانی پیش فرمائی تھی جس میں سے 63 اونٹ کی قربانی آپ ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے کی تھی اور بقیہ 37 اونٹ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نحر (یعنی ذبح) فرمائے۔ (صحیح مسلم۔ حجۃ النبی ﷺ) یہ حضور اکرم ﷺ کے ارشاد (ذوالحجہ کی 10 تاریخ کو کوئی نیک عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا خون بہانے سے بڑھ کر محبوب اور پسندیدہ نہیں) کا عملی اظہار ہے اور اس عمل میں اُن حضرات کا بھی جواب ہے جو مغربی تہذیب سے متاثر ہوکر کہہ دیتے ہیں کہ جانوروں کی قربانی کے بجائے غریبوں کو پیسے تقسیم کردیئے جائیں۔ اسلام نے جتنا غریبوں کا خیال رکھا ہے اس کی کوئی مثال کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتی، بلکہ انسانیت کو غریبوں اور کمزوروں کے درد کا احساس شریعت اسلامیہ نے ہی سب سے پہلے دلایا ہے۔ غرباء ومساکین کا ہر وقت خیال رکھتے ہوئے شریعت اسلامیہ ہم سے مطالبہ کرتی ہے کہ ہم عید الاضحیٰ کے ایام میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی عظیم قربانی کی یاد میں اپنے نبی اکرم ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں، جیسا کہ ساری انسانیت کے نبی حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کسی کام میں مال خرچ کیا جائے تو وہ عید الاضحیٰ کے دن قربانی میں خرچ کئے جانے والے مال سے زیادہ فضیلت نہیں رکھتا۔''

(سنن دارقطنی، سنن کبریٰ للبیہقی)

قربانی کا مطلوب: رضائے الٰہی

دیگر اعمال صالحہ کی طرح قربانی میں بھی مطلوب ومقصود رضاء الٰہی ہونی چاہیے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ﴾ (الانعام: 162) ''میری نماز، میری قربانی، میرا جینا، میرا مرنا سب اللہ کی رضامندی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔''

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَاؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ﴾ (الحج: 37) ''اللہ کو نہ اُن کا گوشت پہنچتا ہے نہ اُن کا خون، لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔''

قربانی کی اہمیت وفضیلت:

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ میں دس سال قیام فرمایا (اس قیام کے دوران) آپ ﷺ قربانی کرتے رہے۔ (ترمذی۔ ابواب الاضاحی) غرضیکہ حضور اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ کے قیام کے دوران ایک مرتبہ بھی قربانی ترک نہیں کی باوجودیکہ آپ ﷺ کے گھر میں بوجہ قلت طعام کئی کئی دن چولہا نہیں جلتا تھا۔

☆ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور اکرم ﷺ سے سوال کیا، یارسول اللہ! یہ قربانی کیا ہے؟ (یعنی قربانی کی حیثیت کیا ہے؟) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت (اور طریقہ) ہے۔'' صحابۂ کرام نے عرض کیا: ہمیں قربانی سے کیا فائدہ ہوگا؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہر بال کے بدلے میں

ایک نیکی ملے گی۔'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اون کے بدلے میں کیا ملے گا؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اون کے ہر بال کے بدلے میں (بھی) نیکی ملے گی۔'' (سنن ابن ماجہ۔ باب ثواب الاضحیہ)

☆ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ذوالحجہ کی 10 تاریخ کو کوئی نیک عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا خون بہانے سے بڑھ کر محبوب اور پسندیدہ نہیں اور قیامت کے دن قربانی کرنے والا اپنے جانور کے بالوں، سینگوں اور کھروں کو لے کر آئے گا (اور یہ چیزیں اجروثواب کا سبب بنیں گی) اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرف قبولیت حاصل کر لیتا ہے، لہٰذا تم خوش دلی کے ساتھ قربانی کیا کرو۔'' (ترمذی۔ باب ما جاء فی فضل الاضحیہ)

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کسی کام میں مال خرچ کیا جائے تو وہ عیدالاضحیٰ کے دن قربانی میں خرچ کیے جانے والے مال سے زیادہ فضیلت نہیں رکھتا۔'' (سنن دارقطنی باب الذبائح)

قربانی واجب ہے:

حضرت امام ابوحنیفہؒ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں قربانی کو واجب قرار دیا ہے، حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام احمد ابن حنبلؒ کی ایک روایت بھی قربانی کے وجوب کی ہے۔ ہندو پاک کے جمہور علماء نے بھی وجوب کے قول کو اختیار کیا ہے، کیونکہ یہی قول احتیاط پر مبنی ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ نے بھی قربانی کے وجوب کے قول کو اختیار کیا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم (سورۃ الکوثر) میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ ''آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھیں اور قربانی کریں۔'' اس آیت میں قربانی کرنے کا امر (یعنی حکم) دیا جا رہا ہے اور امر عموماً وجوب کے لیے ہوا کرتا ہے۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت (فَصَلِّ لِرَبِّكَ) میں جو نماز کا ذکر ہے اس سے عید کی نماز مراد ہے اور (وَانْحَرْ) سے قربانی مراد ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص کو قربانی کی وسعت حاصل ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ بھٹکے۔'' (سنن ابن ماجہ۔ باب الاضاحی)

وسعت کے باوجود قربانی نہ کرنے پر آپ ﷺ نے سخت وعید ارشاد فرمائی اور اس نوعیت کی سخت وعید واجب کے چھوڑنے پر ہی ہوتی ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ قربانی کرنا واجب ہے۔

قربانی کس پر واجب ہے:

ہر صاحب حیثیت کو قربانی کرنی چاہئے جیسا کہ حدیث میں گزرا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو قربانی کی وسعت حاصل ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔ حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ قربانی کے وجوب کے لیے صاحب وسعت ہونا ضروری ہے۔ البتہ مسافر پر قربانی واجب نہیں، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسافر پر قربانی واجب نہیں۔ (المحلی بالآثار لابن حزم، ج 6، ص 37)

قربانی کے جانور:

بھیڑ، بکری، گائے، بھینس اور اونٹ (نر و مادہ) قربانی کے لئے ذبح کیے جاسکتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: آٹھ جانور ہیں دو بھیڑوں میں سے اور دو بکریوں میں سے، دو اونٹوں میں سے اور دو گائیوں میں سے۔ (سورۃ الانعام: 143، 144)

قربانی کے جانوروں میں بھینس بھی داخل ہے کیونکہ یہ بھی گائے کی ایک قسم ہے، لہٰذا بھینس کی قربانی بھی جائز ہے۔ امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ بھینس کا حکم گائے والا ہے۔

جانور کی عمر:

قربانی کے جانوروں میں بھیڑ اور بکرا بکری ایک سال، گائے اور بھینس دو سال اور اونٹ پانچ سال کا ہونا ضروری ہے، البتہ وہ بھیڑ اور دنبہ جو دیکھنے میں ایک سال کا لگتا ہو اس کی قربانی بھی جائز ہے۔

قربانی کے جانور میں شرکاء کی تعداد:

اگر قربانی کا جانور بکرا، بکری، بھیڑ یا دنبہ ہے تو وہ صرف ایک آدمی کی طرف سے کفایت کرتی ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بکری ایک آدمی کی طرف سے ہوتی ہے۔ (اعلاء السنن۔ باب ان البدنۃ عن سبعۃ)

اگر قربانی کا جانور اونٹ، گائے یا بھینس ہے تو اس میں سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ حج کا احرام باندھ کر نکلے تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ہم اونٹ اور گائے میں سات سات (آدمی) شریک ہوجائیں۔ (صحیح مسلم۔ باب جواز الاشتراک الخ۔)

قربانی کے ایام:

قربانی کے تین ایام ہیں 10 و 11 و 12 ذوالحجہ۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قرآن کی آیت (وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ایام معلومات سے مراد یوم النحر (10 ذوالحجہ) اور اس کے بعد دو دن ہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم الرازی ج 6 ص 261)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی یہی منقول ہے کہ قربانی کے دن تین ہی ہیں۔ (موطا مالک۔ کتاب الضحایا)

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قربانی کے دن 10 ذوالحجہ اور اس کے بعد کے دو دن ہیں، البتہ یوم النحر (10 ذوالحجہ) کو قربانی کرنا افضل ہے۔ (احکام القرآن للطحاوی ج 2 ص 205)

قربانی کرنے والا ناخن اور بال نہ کاٹے یا کٹوائے:

☆ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب ذوالحجہ کا مہینہ شروع ہوجائے اور تم میں سے جو قربانی کرنے کا ارادہ کرے تو وہ اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے۔'' (مسلم)

اس حدیث اور دیگر احادیث کی روشنی میں قربانی کرنے والوں کے لیے مستحب ہے کہ ذوالحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد قربانی کرنے تک جسم کے کسی حصے کے بال اور ناخن نہ کاٹیں۔ لہٰذا اگر بال یا ناخن وغیرہ کاٹنے کی ضرورت ہو تو ذوالقعدہ کے آخر میں فارغ ہوجائیں۔

❁❁❁

دعائے مغفرت
اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

☆ امیر حلقہ سرگودھا رفیع الدین شیخ کی ساس وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0300-9603577

اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهَا وَارْحَمْهَا وَاَدْخِلْهَا فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهَا حِسَابًا يَّسِيْرًا

آدھی رات کے ساربان

محمد آصف احسان

ہر انسان کو کامیاب زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے۔ ہر کوئی آسودہ حالی اور نیک نامی کی آرزو کرتا ہے۔ عقل وشعور رکھنے والا کوئی شخص بھی ابتلا اور بے کسی کی تمنا نہیں کرتا۔ آپ نے کبھی فکر وتامل کیا ہے کہ کامیاب زندگی کسے کہتے ہیں؟ برتری اور شادمانی کا مفہوم کیا ہے اور تاریخ کے صفحات پر انمٹ نقوش چھوڑنا کیونکر ممکن ہے؟ دنیا میں بیشتر لوگوں نے اپنی افتاد اور سمجھ کے مطابق ان سوالوں کے جواب ڈھونڈنے کی کوشش کی ہے۔ عقائد و مذاہب کے پیروکار دلیل لائے کہ تقرب و روحانیت کے درجات اور نفسانی خواہشات کو کچلنا نجات کی ضمانت ہیں۔ بادشاہوں نے گمان کیا کہ فتوحات کی کثرت اور قلمرو کی وسعت زمانے میں امر ہونے کے لیے لازمی ہے۔ فلاسفہ نے جوہر وعرض اور علت ومعلول کے مباحث کو سرمایہ حیات سے تعبیر کیا۔ علم الکلام میں ید طولیٰ رکھنے والوں نے رائے دی کہ جبر وقدر اور صفات باری تعالیٰ کی حقیقت جاننا انسان کی اصل غایت ہے۔ اہل نشاط نے کہا کہ نیم باز لبوں کا خمار اور گداز بدن کا سحر آمیز لمس زندگی کا ماحصل ہے۔ غرضیکہ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔

میرے ہم نفس! فی الحقیقت انسانوں کی اکثریت اپنے نظریات کی اسیر اور علم کی پجاری ہے۔ لوگ اپنی تدبیر پر ناز کرتے اور فراست پہ اتراتے ہیں۔ کبھی مال کی فراوانی، کبھی سلطنت کی فراخی، کبھی حسن کی رعنائی اور کبھی نزاکت کا بانکپن غرور وخود پسندی کا سبب بنتا ہے۔ غالب و فتح مند قومیں تاریخ کے ابواب رقم کرتی ہیں۔ وجہ واضح ہے، اپنی ہزیمت و نامرادی کا نوحہ کون منتشر کرتا ہے۔ مؤرخ کا قلم غیر جانبدار ہو تو تاریخ کی کتابوں میں درج ایک مصرع پوری غزل لکھنے کے لیے کافی ہوتا ہے۔ قرآن کریم بیان کرتا ہے: 'وذكرهم بأيام الله' یعنی لوگوں کو اللہ کے (احسانات اور عذاب کے) دن یاد دلائیں۔

(سورۃ ابراہیم:5)

سکندر اعظم کی داستان پر غور کریں۔ اس کی عمر محض بیس سال تھی جب وہ یونان کے شمالی شہر مقدونیہ میں تخت نشین ہوا۔ ممتاز یونانی فلسفی اور مفکر ارسطو اس کا اتالیق تھا۔ بارہ سال تک مقدونیہ سکندر کا پایہ تخت رہا۔ اس دوران میں اس نے ربع مسکون کی عظیم ترین سلطنت کی بنیاد رکھی جو یونان کے محلات سے لے کر ہندوستان کی سرحدوں تک پھیلی ہوئی تھی۔ سکندر اپنے پورے دورِ حکومت میں ناقابل شکست رہا۔ اس کا نام رعب اور دبدبے کی علامت تھا۔ وہ صرف بتیس سال زندہ رہا اور 323 قبل مسیح میں دریائے فرات کے کنارے آباد عراق کے قدیم اور مشہور شہر بابل میں انتقال کر گیا۔ چشم فلک کی بے اعتنائی اور حالات کی ستم ظریفی دیکھیں۔ لگ بھگ آدھی دنیا پر پوری شان وشوکت سے حکومت کرنے والا بادشاہ کہاں دفن ہے، کسی کو خبر نہیں۔ جس کا سکہ مشرق سے مغرب تک رواں تھا، آج اس کی قبر ہی بے نام ونشان ہے۔

ایک اور برمحل مثال منگولیا سلطنت کے بانی چنگیز خان کی ہے جو تاریخ کے مشہور ومعروف مگر بے رحم فاتحین میں سے ایک تھا۔ اس کے وار کو سہنا اور حملے کی مزاحمت کرنا ناممکن تھا۔ 18 اگست 1227ء کو چنگیز خان نے چین میں وفات پائی۔ اس کے جنازے میں شریک ہونے والے افراد کی تعداد دو ہزار تھی۔ چنگیز خان کے آٹھ سو فوجیوں نے جنازے کے بعد ان دو ہزار لوگوں کو قتل کر دیا اور ازاں بعد سب نے اس لیے خودکشی کر لی تاکہ قبر کا مقام پوشیدہ رہے۔ آج کسی کو معلوم نہیں کہ بربریت و سفاکی کی علامت چنگیز خان کا مدفن کہاں ہے۔

بنو امیہ کی تاریخ حجاج بن یوسف کے بغیر ادھوری ہے۔ اس کا دور جنگ وجدال اور قتل وغارت سے عبارت تھا۔ تاریخی روایات کے مطابق حجاج نے ایک لاکھ بیس ہزار سے زیادہ لوگوں کو بے دریغ قتل کیا۔ چھ ماہ تک مکہ مکرمہ کا محاصرہ کر کے منجنیقوں سے سنگ باری کرتا رہا جس سے کعبہ کی دیواروں کو بھی نقصان پہنچا۔ حجاج نے مرنے سے پہلے وصیت کی کہ تدفین کے بعد اس کی قبر کے نشانات مٹا دیے جائیں۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا۔ بیس سال تک عراق کا گورنر رہنے والا حجاج جو اپنے دور میں ہیبت وموت کا دوسرا نام تھا، کسی نامعلوم مقام پر مدفون ہے۔

سکندر اعظم، چنگیز خان، حجاج بن یوسف اور تاریخ عالم کی دیگر شہرت یافتہ شخصیات، سب لاکھوں کروڑوں معمولی اور غیر معروف لوگوں کی طرح پیوند خاک ہوئے۔ برسا برس گزرے میں نے مصر کے عجائب خانے میں فرعون کی بے گور وکفن لاش کو دیکھا۔ بے اختیاری کا نشان اور حسرت وعبرت کی تصویر! چند میل کی دوری پر حضرت امام شافعیؒ، شیخ الاسلام لیث بن سعد اور حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہم اللہ کی قبریں ہیں۔ میں نے سوچا دعوائے خدائی کرنے والا نابود ہوا تو رب تبارک وتعالیٰ کو محبت و شوق سے سجدہ کرنے والے بھی امرت کا سراغ نہ لگا سکے۔ موت کا وار یکساں سہی، دونوں فریقوں کی زندگی ایک دوسرے سے کتنی مختلف تھی۔

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے، شاہین کا جہاں اور

دنیا سے ہما کا وجود ناپید ہو جائے، تب بھی الو کے سائے میں کوئی رات نہ گزارے۔ زیرک انسان اپنی اور دوسروں کی غلطیوں سے سبق سیکھتا ہے۔ زندگی بامقصد ہو تو جینے کا مزہ ہی اور ہے۔ مال واولاد اور اختیار ومنصب کی آرزو کرنا برائی نہیں لیکن یہ سب کامیابی کی ضمانت بھی نہیں۔ حضرت رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے پاک باز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھیں جو شکر وقناعت اور تسلیم ورضا کی زندگی گزارتے تھے، انانیت کی گندگی سے پاک اور ایثار ومحبت پر یقین رکھتے تھے، کم مانگتے اور زیادہ دیتے تھے۔ ان کی خواہشات محدود تھیں چنانچہ زندگی پرسکون تھی۔

ہادیٔ عالم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ عمرہ کی ادائی کے لیے مدینہ سے مکہ کا قصد کیا۔ سب کا شوق اور ولولہ دیدنی تھا کہ ہجرت کو کئی سال ہو چکے تھے۔ قریب پہنچے تو مشرکینِ مکہ نے ہتک آمیز رویہ اپنایا اور عمرے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ حدیبیہ کے مقام پر ببول کے درخت تلے آپ ﷺ کے جاں نثار ساتھی بیعت کی غرض سے جمع ہوئے۔ کبار صحابہ رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے۔ حضرت ابوسنان اسدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پورے مجمع میں بیعت کے لیے سب سے پہلے میں نے ہاتھ بڑھایا۔ حضور ﷺ نے پوچھا: ''بیعت کرنے کے بعد تم کس چیز کی پاسداری کرو گے؟'' میں نے جواب دیا کہ ہر اس چیز کی جو آپ کے دل میں ہے۔ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم بھی ایسے ہی جذبات وخیالات کے حامل تھے۔ خلوص ووفا، صدق وجلا اور غیر مشروط اطاعت کے پیکر! قرآن حکیم کی آیت نازل ہوئی:

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ ؕ یَدُ

اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ ۚ﴾ یعنی ’’جو لوگ آپ ﷺ کی بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ کی بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔‘‘ (الفتح:10)

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا شمار جلیل القدر صحابہ میں ہوتا تھا۔ ہجرت کے دوسرے سال نبی اکرم ﷺ نے غزوۂ بدر کے لیے کوچ کیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی روانگی سے بے خبر رہے اور اس وجہ سے بدر میں شریک نہ ہو سکے۔ مسلسل آزردگی اور ندامت کا شکار رہتے کہ پہلے غزوے میں شرکت سے محروم رہا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اللہ سے عہد کیا کہ آئندہ موقع ملا تو پچھلی ساری کسر نکال دیں گے۔ اگلے سال غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور وقتی طور پر شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دستے منتشر ہو رہے تھے۔ اسی اثنا میں حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ ننگی تلوار تان کر مشرکین کی طرف لپکے۔ راستے میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ملے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ’’کدھر کا قصد ہے؟‘‘ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ’’لشکرِ کفار کا۔‘‘ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: ’’ادھر تو موت ہے۔‘‘ حضرت انس رضی اللہ عنہ بولے: ’’اللہ کی قسم! مجھے اُحد پہاڑ کی دوسری جانب سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے۔‘‘ یہ کہا اور مشرکین پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ جنگ آزمودہ اور شمشیر زنی کے ماہر تھے۔ چنانچہ چشمِ زدن میں کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ کفار مکہ نے جمع ہو کر دھاوا بول دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بے جگری اور شجاعت کی داستان رقم کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے جسم پر تلواروں اور نیزوں کے 80 سے زیادہ زخم تھے۔ شہادت کے بعد لاش ناقابل شناخت ہو چکی تھی۔ بہن نے انگلی کے نشانات سے پہچانا۔ قرآن مجید میں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ رِجَالٌ صَدَقُوۡا مَا عَاہَدُوا اللّٰہَ عَلَیۡہِ ۚ فَمِنۡہُمۡ مَّنۡ قَضٰی نَحۡبَہٗ وَ مِنۡہُمۡ مَّنۡ یَّنۡتَظِرُ ۫﴾ یعنی اہل ایمان میں ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کے ساتھ اپنے عہد کو پورا کر دیا تو ان میں سے کچھ اپنی نذر کو وفا کرنے میں کامیاب ہو گئے اور کچھ موقع کے منتظر ہیں۔‘‘ (الاحزاب:23)

دریا کی چوڑائی زیادہ ہو تو ذرا سی نجاست پانی کو گدلا نہیں کرتی۔ جو خدا رسیدہ حوادثِ زمانہ سے رنجیدہ ہو، جان لیں کہ اس کے ظرف کی گہرائی ابھی کم ہے۔ دشت سوس کی گھاٹیوں سے آگاہ ساربان آدھی رات میں بھی بے خوف و خطر سفر کرتا ہے لیکن جس کی منزل کے آثار صحرائی بگولوں کی بھینٹ چڑھ جائیں، اس کا قافلہ اجالے میں بھی پڑاؤ کی جھنکار سے بھرپور ہوتا ہے۔ حقیقت میں اس شخص کی منزل اونچی اور زندگی کامیاب ہے جس کے دل کی بستی میں اللہ رب العالمین کی محبت سے چراغاں ہو اور جو اپنے ایمان و عقیدے کی سلامتی کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو جائے۔ دیدار و ملاقات کے شوق میں مخلوق خالق سبحانہٗ وتعالیٰ سے جا ملے، اس سے بڑی خوش نصیبی اور کیا ہے۔

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(16 تا 23 جون 2021ء)

بدھ (16 جون 2021ء) کو مرکزی اسرہ کے اجلاس میں شرکت کی۔

جمعرات (17 جون 2021ء) کو کراچی میں معمول کی مصروفیات رہیں۔

جمعہ (18 جون 2021ء) کو جامع مسجد شادمان ٹاؤن کراچی میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔ رات کو حلقہ کراچی شمالی کے ایک رفیق کے گھریلو معاملات کے حوالے سے ان سے ملاقات کی۔

ہفتہ (19 جون 2021ء) کو معمول کی مصروفیات رہیں۔

اتوار (20 جون 2021ء) کو قرآن اکیڈمی یاسین آباد میں توسیعی مشاورت میں شرکت کی۔ اس میں کل 23 شرکاء نے حصہ لیا۔

پیر (21 جون 2021ء) کو معمول کی مصروفیات رہیں۔

منگل (22 جون 2021ء) کی رات پشاور جانا ہوا۔

بدھ (23 جون 2021ء) کو میجر (ر) فتح محمد کی عیادت کی۔ اقبال صافی (مرحوم) کے گھر جا کر ان کے بیٹے سے ان کی تعزیت کی۔ ان کے دونوں بیٹے تنظیم میں شمولیت کا ارادہ رکھتے ہیں۔ احسان الودود صاحب کی ہسپتال میں جا کر عیادت کی۔ پشاور میں ایک نیورو سرجن رفیق تنظیم سے جو بہت متحرک اور جذبہ والے ہیں، ان کے گھر پر ملاقات کی۔ انہوں نے احباب کو بلایا ہوا تھا۔ ان سے ملاقات اور گفتگو کی۔ رات کو کراچی واپسی ہوئی۔

نائب امیر صاحب سے معمول کے مطابق آن لائن رابطہ رہا۔

موت العالِم موت العالَم

پاکستان ایک جید عالم دین سے محروم ہو گیا

صدر وفاق المدارس العربیہ، امیر مرکزی عالمی مجلس ختم نبوت، رئیس جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر 30 جون 2021ء کو کراچی میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ ؇

ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر 1935ء میں خیبر پختونخوا کے شہر ایبٹ آباد کے ایک گاؤں کا کول کے ایک مذہبی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم اسکندر خان ایک نیک اور صالح شخص تھے انہیں جید علماء کی صحبت حاصل تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے قرآن کی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ میٹرک کیا۔ اپنی دینی تعلیم کا آغاز ہری پور کے مدارس دارالعلوم چوہر شریف اور احمد المدارس سکندر پور سے کیا۔

1952ء میں کراچی آئے۔ 1956ء میں جامعہ بنوری ٹاؤن سے اور 1966ء میں مدینہ یونیورسٹی سے فراغت پائی۔ 1976ء میں جامعہ الازہر، مصر سے پی ایچ ڈی کر کے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر نے عربی اور اردو زبان میں کئی کتابیں لکھیں۔ مولانا کی پوری زندگی اسلام کی ترویج اور تبلیغ میں گزری۔ نصف صدی سے زیادہ قرآن و حدیث کے علوم کی خدمت کی۔ وہ ایک معتدل، صلح جو، نرم دل، عالی ظرف اور حکیم و دانا دینی راہنما تھے۔ انہی اعلیٰ اوصاف کی بنا پر اہم ترین دینی مناصب پر فائز رہے۔ ڈاکٹر صاحب ایک عالم کے مرجع کی حیثیت رکھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ لواحقین اور روحانی پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ (ادارہ)

Can we call the West 'successful'?

Our Muslim brothers and sisters living in the West often pose very thought-provoking questions. Admittedly, the issues raised are of prime importance for any rational and critical mind. However, essentially, all questions carry a perceived notion of 'success' that the West has been able to achieve, if we look at things from the lens of 'life in this material world only' and hence, limited to the following pre-judgments:

1- That man has 'come into existence' for success and prosperity in this world and this world alone. The Hereafter does not matter.

2- That religion is just a hobby or at the most a set of rituals to be followed on the individual level only. In fact, the right to choose and follow religion rests with man alone.

3- That Pakistan, or any other 'Muslim' country, actually adheres completely to the laws and edicts as mentioned in the Qur'an and the Ahadith/Sunnah at all levels - the individual, the community and the state even today.

4- That the concept of a welfare state has been practiced by the West alone and that throughout history there has never been any other example, including during the era of the Prophet *(SAAW)* and the rightly guided Caliphs *(RA)* that followed him *(SAAW)*.

<u>The Qur'an, the Ahadith, the Sunnah and common sense all reject the above pre-Judgements. The reasons follow:</u>

Firstly, human beings have been created so that they could be tested in the life of this world and depending on how they live it here, they will be rewarded with heaven or punished with the Hellfire in the life after death. This is stated in many places in the Qur'an and is, in fact, the core around which all other dimensions of the life of a Muslim in this world must revolve. Therefore, knowing about good and bad extends beyond what is visible and perceivable. The real knowledge about good and bad boils down to:

1- There is one Allah *(SWT)*, the creator and we must submit to Him *(SWT)* alone.

2- True guidance needs the paradigmatic examples from the life of the Prophet *(SAAW)* and his companions *(RA)*.

3- Greater emphasis must be placed on the eternal 'good' in the Hereafter rather than the transient 'good' in this world, although both must be grasped and achieved.

4- An atheist or an agnostic, who does all the good charitable deeds in and for this world alone, would not benefit to the extent of even an iota from Allah *(SWT)* on the Day of Judgement, simply because he denies Allah's *(SWT)* whole system.

5- The Muslims of today, in general, are influenced on a mass scale by the culture of the region (Indian subcontinent for example) more than the culture of Islam. Moreover, there has been a lack of good, honest and responsible leadership in the Muslim world for at least two centuries or so. The bad, corrupt and irresponsible leadership influences the behavior of common men and women. When the role models of a nation make liberal/secular values as their motto to promote rather than promoting genuine religious teachings at the state level, then it impacts all and sundry.

Secondly, the impact of being involved in riba may appear to be benefiting the West, but as in all matter of life, a Muslim must realize that this life is a test, riba has been made *Haram* by Allah *(SWT)* and His messenger *(SAAW)* and the consequences in the Hereafter must be given priority. Even in terms of material world, the Capitalist system of riba-based banking has made the lives of people mechanized. They wake up, go to work, come home, watch some television and go to sleep. The same miserable cycle is repeated day in, day out. The weekends and holidays are

made the lives of people mechanized. They wake up, go to work, come home, watch some television and go to sleep. The same miserable cycle is repeated day in, day out. The weekends and holidays are spent sleeping or celebrating! Where would one find time to pray and worship as it ought to be done in such a mechanical routine? The loftier purposes of life are totally forgotten. Above all, the Creator Himself *(SWT)* has declared riba to be prohibited (haram), in the same way He has prohibited alcohol or vulgarity or disbelief. So why judge a society on the basis of its worldly progress only, when what matters most is the Hereafter and avoiding the punishment there?

Thirdly, 'goodness' prevails in those societies where the law of the land is equitably, implemented swiftly and the whole machinery of the Justice system works fairly. Most of the West has a swift and fair system of Justice, albeit not in accordance with Islam. So, if a woman files a rape case, it is investigated independently and the trial is held fairly without bias. Justice is then served. When people know that justice will be served to all, irrespective of race or social status, they think twice before doing something wrong. The West has also put into place a system of educating ordinary people regarding 'good' and 'bad', based on their own moral-code. But because that moral-code is essentially secular and un-Islamic in nature, the consequences are catastrophic on the societal level. When the law declares that having extra-marital consensual sex or being homosexual is not a crime, then the fabric of the society and its building block – the family – starts to fall apart. Thus, we see that teenage pregnancies are common in the West and the institution of marriage is gradually being replaced by contractual sexual partnerships.

Unfortunately, the Muslim world has stopped following the guidelines given by Islam for establishing a fair and just system of running the state since ages. We say and mostly want to follow the Islamic guidelines for life, but the state is of little or no assistance, the law is different for the poor and the rich/powerful and the culture surrounding us is mostly of an un-Islamic nature (such as vulgar TV shows, enticing the sexual instinct of people in ads etcetera). The net outcome is that Muslim countries contain Muslims as the majority of the population, yet they abide by secular laws; a disaster waiting to happen.

Finally, Muslims have stopped propagating the 'good' and resisting the 'evil', especially at the state level because of the fear of being branded 'terrorist and rogue states' by the West. Meanwhile, the West is waging its *'Jihad'* and *'Qit'al'* in many Muslim countries. Almost every American or Israeli knows how to use a gun. But as far as Muslims are concerned, the 'fear factor' of being labelled a 'terrorist' has become so deeply embedded in their collective psyche that most of them are unable to even hold a weapon. There was a time when basic military training was compulsory in all Muslim countries, including Pakistan, when citizens reached a certain age. But the bogus 'war on terror' has shifted the entire paradigm and now Muslims have been conditioned to quietly go to slaughterhouses like sheep.

<u>As a concluding note on the entire discussion, we would like to quote the following verses of the Qur'an:</u>

> "Say, [O Muhammad], "Shall we [believers] inform you of the greatest losers as to [their] deeds? [They are] those whose effort is lost in worldly life, while they think that they are doing well in work." Those are the ones who disbelieve in the verses of their Lord and in [their] meeting Him, so their deeds have become worthless; and We will not assign to them on the Day of Resurrection any importance. That is their recompense - Hell - for what they denied and [because] they took My signs and My messengers in ridicule."
>
> ***(Qur'an, 18:103-106)***

<u>Written by:</u> The Nida e Khilafat Team

Vol. 30 Regd. C.P.L NO. 114 No.25

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore